جدید

جمہوریت عقل و نقل کی عدالت میں

جمہوریت و نام نہاد اسلامی جمہوریت کے موضوع پر زبردست مکالمہ

تالیف : شیخ خالد حقانی حفظہ اللہ
رکن رہبری شوری تحریک طالبان پاکستان

شوال المکرم 1439 بمطابق جون 2018

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

اما بعد:

یہ دنیا قدرت کے عجائبات سے بھری پڑی ہے، ان عجائبات میں سب سے عجیب مخلوق ذاتِ انسانی ہے، انسان جس کے بارے میں خود رب العرش فرماتے ہیں: {لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِی اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ}۔

ترجمہ: ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔

یقینا اس کی ذات میں قدرت کے بہت سے عجائب جمع ہے، اس لئے تو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں: {وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ أَفَلَا تُبْصِرُوْنَ}

ترجمہ: اور خود تمہارے نفوس میں (بہت سی نشانیاں ہیں) تو کیا تم دیکھتے نہیں؟

ایک عربی شاعر فرماتے ہیں:

تظن بانک جرم صغیر ...... وفیک انطوىٰ العالم الاکبر

ترجمہ: کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے، جبکہ تجھ میں پوری عالمِ اکبر لپٹا ہے۔

اس کی یہ ''احسن تقویم میں پیدائش'' اس بات پر دال ہے کہ اِس کا مقام اِس دنیا میں اور آخرت میں کتنا اونچا ہو گا، اچھے گلدستے لوگ خوبصورت محلات میں رکھتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے اس انسان کو اپنے ماسواء کے کسی کی بندگی اور غلامی سے روکا ہے اور اسے صرف اپنا غلام بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ}

ترجمہ: اور میں نے جنات اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

صرف اس ذاتِ واحد کی بندگی اور اُس کے علاوہ اِس مخلوق فی احسن تقویم کی شان اس کی خلقت اور اُس کی آزادی اسے اس بات سے روکتی ہے کہ وہ کسی دوسرے کے سامنے اپنا سر جھکائے۔ لیکن اگر یہ مخلوق فی احسن تقویم اپنی آزادی، اپنی خلقت اور اپنے اس عالی رتبے پر فائز ہونے کا قدر نہ کرے تو پھر وہ رب جس نے اس کو احسن تقویم میں پیدا کیا وہ پھر اس کو اسفل سافلین تک پہنچاتا ہے۔ {ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ}

آزادی اور غلامی ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں، اگر کوئی اپنے آپ کو ذاتِ واحد کا غلام بناتا ہے تو وہ لاکھوں اور کروڑوں مخلوقات کی غلامی سے بچ جاتا ہے اور اگر کوئی اپنے آپ کو آزاد مطلق سمجھ کر ذاتِ واحد کی غلامی سے منہ پھیرتا ہے تو لامحالہ وہ غلامی کے ایک دوسرے جال میں پھنس جاتا ہے اور وہ ہے مخلوق کی غلامی۔ الغرض آزادی کا راز غلامی میں پنہاں ہے، شاعرِ مشرق نے کیا خوب فرمایا ہے:

یہ ایک سجدہ ہے جسے تو گراں سمجھتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہزار سجدوں سے تم کو دیتا ہے نجات

عبدیت اور حریت جیسے متضاد صفات کا آمیزہ انسان یقینا قدرتِ الٰہی کا نمونہ ہے، اور یہ صرف اسی قانون کے مطابق چل سکتا ہے جو قانون اس کے کارخانے کی طرف سے اُس کے چلانے کے لئے مقرر ہے، ساری دنیا میں تمام مصنوعات کا یہی قانون ہے کہ کمپنی کی طرف سے مقرر شدہ

قوانین کے مطابق جب چلایا جاتا ہے، تو وہ صحیح کام کرتا ہے اور جب وہ اس قانون سے ہٹ کر استعمال کیا جاتا ہے تو وہ اپنا کام روک لیتا ہے۔ ڈیزل پر چلنے والی گاڑی میں ڈیزل ہی ڈالنا پڑے گا، اگر اُس میں پٹرول ڈالا جائے تو یقیناً اس کی انجن خراب ہو جائے گی، اسی طرح انسان بھی ہے۔

کارخانۂ قدرت کے علاوہ جتنے غیر فطری قوانین انسان کے لئے لائے گئے اس نے انسان ہی کو انسانیت سے نکالا اور پھر جب خود اس حیوان صفت انسان نے اپنے آپ کے بارے میں سوچا تو وہ اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ وہ خود کو ایک حیوان اور درندہ تصور کرنے لگا، اور پھر اپنے سوچ میں اتنا آگے نکل گیا کہ وہ خالق سے بھی انکار کرنے لگا۔ الحاد کا یہ درجہ آج انتہا تک پہنچا ہوا ہے، جاہلیت کا وہ دَور جہاں انسان اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا، وہاں پر بھی کسی نے اللہ تعالیٰ کے خالقِ واحد ہونے سے انکار نہیں کیا تھا، قرآن کریم اس بات پر ناطق ہے: {وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ}۔

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو بول اٹھیں گے کہ اللہ نے۔ (لقمان: ۲۵)

لیکن آج کی جاہلیت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اب انسان نے اپنے خالق سے بھی نکار کیا ہے اور وہ اپنی تخلیق کو محض ایک ارتقائی عمل سمجھا جو کہ خود بخود بغیر کسی مؤثر کے وجود میں آیا، اور پھر انسان کے تمام تہذیبوں (رسوم ورواج، عبادات وغیرہ) کو صرف اور صرف ایک ارتقائی عمل سمجھتا ہے۔ اب چونکہ انسان ان کے نزدیک ایک ہیومن ہے جو خود پیدا ہوا ہے اور ارتقائی مراحل سے گزر رہا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ یہ خود پیدا شدہ انسان اپنے لئے زندگی گزارنے کا راستہ یعنی نظامِ زندگی بھی خود متعین کرے۔

لیکن یہ بناءالفاسد علی الفاسد مقدمات بمع نتائج نہ عقل تسلیم کرتا ہے اور نہ نقل، بلکہ یہ مقدمات انسان اشرف المخلوقات اور مخلوق فی احسن تقویم تو چھوڑ' اگر انسان کے کسی بنائی ہوئی چیز جیسے گاڑی وغیرہ کے بارے میں پیش کی جائے اور نتیجہ نکالا جائے کہ وہ چیز بغیر کسی موجد کے وجود میں آئی ہے تو شاید اس نظریے کا بانی بھی یہ بات تسلیم نہیں کرے گا۔ بہر حال یہی الحاد جو کہ پرانے زمانے میں کسی خاص مذہب کے نام سے جانا جاتا تھا اب وہ ایک متمدن اور عالمی شکل اختیار کر کے دنیا پر حکومت کر رہی ہے۔ جمہوریت اور لبرل ازم جیسے نظریات جو آج پوری دنیا میں رائج ہیں اور جن کی ہر سطح پر مقبولیت عام کرنے کے لئے جدوجہد جاری ہے در حقیقت انہی مقدمات پر مبنی نتائج ہیں ۔جمہوریت اور لبرل ازم انسان کو مکمل آزادی فراہم کرنے کا دعویدار ہے۔ یہ ان مقدمات کا نتیجہ ہے جن مقدمات کا صغریٰ ہی ڈارون کا منحوس نظریہ ہے، جو تخلیق انسانی کو محض بخت واتفاق قرار دیتا ہے اور پھر جب وہ خود پیدا ہے تو چاہئے کہ وہ ہر قسم کے خارجی قوانین سے آزاد ہو اور وہ اپنے لئے خود قوانین بنائے۔اب ہر شخص کے اغراض ومقاصد چونکہ الگ ہیں اس لئے اگر کوئی اپنے لئے قانون بناتا ہے تو لامحالہ وہ دوسرے شخص کے بنائے ہوئے قانون سے ٹکرائے گا اور اس سے مکمل نظامِ زندگی میں فساد برپا ہوگا،اس لئے ضروری ہوا کہ ان میں ایک ایسا اتفاق پیدا ہو جائے کہ وہ متفقہ طور پر ایک دوسرے کے مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی قانون بنائے، لیکن تمام لوگوں کا اتفاق پھر بھی عادۃً ناممکن ہے،اس لئے ضروری ہے کہ جس بات پر اکثریت متفق ہو جائے وہی سب کا قانون ہوگا اور اس کے سامنے سب سرِ تسلیم خم ہوں گے،اس کے لئے ایک غیر فطری نظام وضع کیا گیا جس کو آج کل ہم جمہوریت کہتے ہیں۔ جمہوریت ' آزادی کے نام پر غلامی ہے،ایک خدا کی غلامی سے انسان نے اپنے آپ کو آزاد کیا، لیکن لوگوں کی اکثریت کی غلامی میں پھنس گیا، وہی انسان جو خالق کا تابع نہیں ہوا

اپنی نوع کا عبد بن گیا۔ گویا کہ آج کا متمدن اور مہذب انسان خود اپنے آپ کا پوجا کرتا ہے اور اس ترجیح بلامرجح میں اس غیر فطری نظام کے سارے علمبرداران مبتلا ہیں۔

لبرل اِزم جو کہ جمہوریت کی حقیقت اور ماہیت ہے یا اس کا جزولازم ولاینفک ہے۔ یہ ان تمام برائیوں کا مجموعہ نظام ہے جو ہم سے پہلے اقوام میں کسی فرد یا کسی قوم میں نجی طور پر ہوا کرتی تھی، کسی قوم میں سود تھا تو یہ نظام سود کا علمبردار ہے، کسی قوم میں زنا عام تھی تو یہ نظام اس کا داعی ہے، کسی قوم میں نعوذ باللہ ہم جنس پرستی تھی تو یہ نظام اس کا محافظ ہے، بس مختصر یہ کہ تمام برائیوں کا علمبردار نظام یہی نظام ہے۔ لیکن افسوس کہ آج خوشنما نعروں اور خوشنما ناموں کے ذریعے اس نظام کو انسان کی تمام ضروریات کو پوری کرنے والا اور انسان کے تمام مشکلات کو حل کرنے والا نظام متعارف کرایا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ نظام جس نام کے ساتھ بھی آجائے چاہے وہ اپنے اصلی نام لبرل کے ساتھ ہو یا قومی کے نام سے یا سرمایہ داری کے نام سے یا اسلامی کے نام سے آجائے نظام وہی طاغوتی اور باطل نظام ہے۔ یہی نظام ہے جس نے انسانیت کو تباہ و برباد کیا ہے اور ان کو انسانیت سے نکال کر بہائم کے صف میں کھڑا کر دیا۔ اس لئے اہل علم حضرات سے درخواست ہے کہ محلی زبانوں میں اس نظام پر قرآن و سنت کی نگاہ سے روشنی ڈال کر عوام کے سامنے پیش کریں، اور آسان لہجہ میں اُن کو اس حقیقت سے آگاہ کریں۔

زیرِ نظر مکالمہ بندہ کے اُن مکالمات کا مجموعہ ہے جو بعض اہل علم اور طلبہ علم ساتھیوں سے مختلف مجالس یا دورانِ درس کیے گئے ہیں، مکالمات کو ۱۱ مئی ۲۰۱۳ء کے انتخابات کے ایام میں جمع کیا گیا، یہ وہ وقت تھا جب ہر طرف جمہوریت کے نعرے تھے اور سیاسی لوگوں کے درمیان مفادات کی جنگ شروع تھی، کوئی کہتا کہ ہاں یہ ووٹ دینا واجب ہے، تو کوئی دو قدم آگے بڑھ کر کہتا فرض ہے،

لیکن الحمدللہ ! اِس دفعہ ماضی کی طرح یہ جنگ یہاں تک محدود نہیں تھی، بلکہ کچھ اہلِ حق لوگ اس میں بھی مصروف تھے کہ یہ ساری جد و جُہد جمہوریت کے لئے ہے جو کہ ایک باطل نظام ہے، اس لئے ووٹ دیناہی درست نہیں ہے۔اس دوران کچھ ساتھیوں نے بندہ سے بھی مطالبہ کیاکہ وہ بھی اس موقع پر کچھ لکھ لے، لہٰذا بندہ نے ایک پمپلٹ لکھ کر ساتھیوں کے حوالے کیا جسے انہوں نے چھپواکر بازاروں میں تقسیم کیا۔ چونکہ پمپلٹ میں سادہ طریقے سے آسان انداز میں دلائل موجود تھے اس لئے عامۃ المسلمین پر اس کے کافی اچھے آثار پائے گئے، جو کوئی مسلمان ایک بار دیکھتا تو اقرار کرتا کہ یقینا یہ بات حق ہے۔اس دوران کچھ ساتھیوں نے مجھ سے اس موضوع پر ایک مفصل کتاب لکھنے کا مطالبہ بھی کیا، لیکن اس کا موقعہ اب تک مجھے نہ مل سکا، البتہ اگر توفیقِ الٰہی شاملِ حال ہو تو ایک مفصل کتاب لکھنے کا ارادہ ہے۔ لیکن سرِ دست میرے دل میں یہ بات آئی کہ ایک چھوٹا سا مکالمہ اس موضوع پر لکھنا ضروری ہے جسے تحریکِ طالبان پاکستان کے رسالے میں نشر کیا جائے، لیکن جب شروع کیا تو مضمون مفصل ہو گیا اور رسالے میں قسط وار نشر کرنا قدرے مشکل ہو گیا۔

اب جبکہ مضمون تیار ہو گیا تو نظرِ ثانی کے لئے کچھ ساتھیوں کو دیا، اُنہوں نے نظرِ ثانی کی اور اس کو نشر کرنے کا مشورہ دیا، اور اسے شائع کرنے کا اصرار کیا، لیکن مضمون مختصر ہونے کی بنا پر اس کو مستقل نشر کرنا مجھے پسند نہ تھا۔ البتہ قاری شعیب صاحب حفظہ اللہ جو میرے قریب ترین ساتھیوں میں سے ہیں اور ان کے علم پر مجھے پورا اطمینان ہے وہ مجھ پر باعث بن گئے کہ میں اِس رسالے کو منظرِ عام پر لا کر نشر کروں، چنانچہ اب وہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

چند ضروری باتیں

۱۔ مکالمہ میں جو نام ''اسلم'' کا استعمال کیا گیا ہے یہ ایک فرضی نام ہے، اس لئے کہ یہ در حقیقت ایک مکالمہ نہیں بلکہ چند مکالمات کا خلاصہ ہے جو مختلف لوگوں کے ساتھ کئے گئے ہیں۔

۲۔ چونکہ میں اُردو زبان میں بہت کمزور ہوں، اس لئے کچھ ساتھیوں نے اُردو کی اصلاح کی ہے لیکن پھر بھی ممکن ہے کہ اس میں محاورات اور ادب کی کمزوری رہ گئی ہو جس پر بندہ معذرت خواہ ہے۔

۳۔ بعض جگہوں پر کچھ علمی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں، اس لئے ممکن ہے کہ اُن اصطلاحات پر عوام ساتھی جن کا علمِ دین سے بالکل کوئی واسطہ نہیں اُن کے لئے مطالعہ کے دوران کچھ مشکلات ہوں گی، البتہ طلبۂ علم کے لئے مفید ہے کہ وہ اس کا مطالعہ کر کے اس نظام کو عقلی اور نقلی انداز میں پہچان لیں۔

۴۔ چونکہ عموماً یہ مکالمات اُس وقت ہوئے ہیں جب ہم معقولات پڑھتے یا پڑھاتے تھے، اس لئے مکالمات میں کبھی کبھی علمِ معقول (منطق و فلسفہ وغیرہ) کے اصطلاحات بھی استعمال کئے گئے ہیں۔

۵۔ مکالمہ میں کبھی کبھی بات تفہیم کے لئے طویل ہو گئی ہے، اس لئے وہاں کچھ زیادہ توجہ کی ضرورت ہو گی، تاکہ التباس نہ آئے اور بحث کا مرکزی نقطہ منظورِ نظر ہو۔

۶۔ مکالمہ دیکھتے وقت شخصیت پرستی اور مصلحت پسندی جیسے پردوں کو آنکھوں سے دُور کرنا ہوگا اور ساتھ ساتھ ہر قسم کے تعصب کو پسِ پشت ڈالنا ہوگا۔

۷۔ اگر کسی جگہ پر کوئی غلطی ہو تو اُس ایک غلطی کی وجہ سے پورے رسالے کو ردّ کرنا مناسب نہیں ہوگا، بلکہ اگر ممکن ہے تو برائے اصلاح ہم سے رابطہ کیجئے، تاکہ وہ غلطی دُور ہو جائے۔

۸۔ چونکہ یہ مکالمہ ہے اس لئے اختصار مطلوب ہونے کی وجہ سے بہت سی جگہوں میں حوالہ جات عبارتاً نقل نہیں کئے گئے ہیں، اگرچہ بعض جگہوں میں نقل کئے ہیں۔

۹۔ بعض جگہوں پر بندہ کو تکرار نظر آتا ہے لیکن فائدۂ جدید کے خاطر بعض عبارات دوہرائی گئی ہیں۔

۱۰۔ ہم نے رسالے کے ساتھ طالبان کا ایک مختصر تعارف بھی لگایا ہے، تاکہ اُن کا عقیدہ، منشور اور منہج لوگوں پر واضح ہو جائے۔

۱۱۔ اگر مکالمہ میں کوئی بات ٹھیک ہے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی بات غلط ہے تو وہ بندہ کی کمزوری ہے۔

هم کون ہیں؟

۱۔ الحمدللہ ہم تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین پاکستان کے رہنے والے مسلمان ہیں۔

۲۔ ہم اللہ جل جلالہ کی وحدانیت کے قائل ہیں اور یہ ہمارا اور ہر مسلمان کا ایمان ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی انسان یا جن اور نہ کسی فرشتے کو ہم خدائی کا حق دیتے ہیں {اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّاھو}۔

ترجمہ: اللہ (وہ معبود برحق ہے کہ) اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔(البقرۃ:۲۵۵)
{ وَاِلٰہُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ}۔

ترجمہ: اور (لوگو) تمہارا معبود ایک ہی (یعنی اللہ تعالیٰ) ہے اُس بڑے مہربان (اور) رحم والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔(البقرۃ:۱۶۳)

۳۔ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء پر ایمان لاتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کا برحق اور آخری نبی سمجھتے ہیں اور جو شخص یا گروہ ختمِ نبوت کے منکر ہیں ہم ان کو کافر سمجھتے ہیں { مَا کَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِکُمْ وَلَکِن رَّسُولَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمًا}۔

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں، بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کردینے والے) ہیں۔اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔
(الاحزاب:۴۰)

۴۔ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو برحق سمجھتے ہیں اور ان کے درمیان کسی قسم کا تفریق نہیں کرتے،اہل سنت وجماعت کے عقیدے کے مطابق ہم شیخینؓ (ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کو فضیلت دیتے ہیں اور ختنین (حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) سے محبت کرتے ہیں { وَالَّذِیْنَ آمَنُوا وَہَاجَرُوا وَجَاہَدُوا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولٰـئِکَ ھمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا}

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں لڑتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور اُن کی مدد کی،یہی سچے مؤمن ہیں۔(الانفال: ۷۴)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اہل السنت والجماعت کے عقیدے کے بارے میں پوچھا گیا

توآپ نے جواب میں فرمایا: "ہو ان تفضل الشیخین وتحب الختنین "۔

ترجمہ: وہ یہ ہے کہ تو شیخین (ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما) کو فضیلت دے اور ختنین (عثمان و علی رضی اللہ عنہما) کے ساتھ محبت کرے۔(شرح العقیدۃ الطحاویۃ للمیدانی، ص: ۱۱۳)

۵۔ شیخین اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالی دینے والوں، اُن پر لعنت بھیجنے والوں اور اُن صحابہ کو جن کا اسلام بالتواتر ثابت ہے اُن کو کافر کہنے والوں کو ہم دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر سمجھتے ہیں۔

۶۔ ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا کامل اور مکمل قانون سمجھتے ہیں، تیس پاروں پر اور ۱۱۴ سورتوں پر مشتمل قرآن جو ہمارے درمیان موجود ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام کے واسطے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی کتاب سمجھتے ہیں اور اس کو ناقص سمجھنے والے یا اس کے علاوہ کسی دوسرے قرآن کو ماننے والوں یا اس میں تحریف کے قائل کو ہم کافر سمجھتے ہیں۔{ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ}۔

ترجمہ: بیشک ہم ہی نے ذکر (کتاب) اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔(الحجر: ۹)

اور یہ بات دین اسلام سے بالضرورۃ معلوم ہے کہ الذکر سے مراد قرآن ہے جو بین الدفتین اور مقروء بالالسنۃ ہیں جو چودہ سو سال سے موجود ہے اس کا کوئی حصہ نہ محذوف ہے اور نہ غائب ہے۔

۷۔ ہم تمام انبیاء علیہم السلام کو گناہ سے معصوم سمجھتے ہیں اور جو شخص انہیں گناہگار ثابت کرے ہم ایسے شخص کو گمراہ ضالّ اور مضلّ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہم کسی انسان کو معصوم نہیں سمجھتے۔

۸۔ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو معیارِ حق اور اپنے لئے مقتدا اور پیشوا سمجھتے ہیں { فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا}۔

ترجمہ: تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو ہدایت یافتہ ہو جائیں۔(البقرۃ:۱۳۷)

۹۔ اسماء وصفات کے مسئلے میں ہم اہلِ سنت و جماعت کے مسلک کے تابع ہیں، نہ ہم اللہ تعالٰی کو جسم ثابت کرتے ہیں اور نہ ہم صفات کو ذات باری تعالٰی سے نفی کرتے ہیں {لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ}۔

ترجمہ: اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ دیکھتا سنتا ہے۔(الشوریٰ:۱۱)

۱۰۔ ایمان اور کفر کے مسئلے میں ہم اہل سنت و جماعت کے معتدل مسلک پر ہیں اور ہم اس مسئلے میں افراط و تفریط سے براءت کرتے ہیں، نہ ہم جہمیہ و مرجئہ کی طرح اعمال کو ہدر (بے فائدہ) سمجھتے ہیں اور نہ خوارج و معتزلہ کی طرح ہر گناہ پر کسی کو اسلام سے خارج کرتے ہیں۔

۱۱۔ ہم اہلِ اسلام اور عالم اسلام میں اصل اسلام یعنی ان کو مسلمان سمجھتے ہیں جب تک ان سے کوئی ایسا قول یا فعل صادر نہ ہو جو اسلام سے خارج کرنے والے مکفرات اور اماراتِ کفر میں سے ہو "الایمان ہو التصدیق بجمیع ما جاء بہ النبی ﷺ من حیث ما جاء بہ النبی ﷺ

اجمالا فیما عُلم اجمالا وتفصیلا فیما عُلم تفصیلا مع التزام الطاعۃ من غیر ان یقترن بامارات التکذیب والانکار" ۔ (کشف الباری)

ترجمہ: ایمان اُن تمام (وحی) کی تصدیق ہے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اس حیثیت سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں، اجمالی تصدیق اُن امور میں جو اجمالی معلوم ہیں، اور تفصیلی تصدیق ان امور میں جو تفصیلی معلوم ہیں، التزام طاعت کے ساتھ تاوقتیکہ کہ اس (تصدیق) کے ساتھ تکذیب اور انکار کے علامات مقترن اور پیوست نہ ہو۔

۱۲۔ تحریکِ طالبان پاکستان سے تعلق رکھنے والے مجاہدین کی اکثریت فروعی مسائل میں اہل سنت وجماعت کی چار مذہبوں میں سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل پیرا ہیں۔ اور اس کے ساتھ اہل سنت وجماعت سے متعلق دوسرے مذاہب کو برحق سمجھتے ہیں اور ان سے کسی قسم کی نفرت نہیں کرتے۔ امت کی وحدت اور خلافتِ اسلامی کی خاطر ہم ہر مسلمان کو اپنے اس تحریک میں جگہ دیتے ہیں۔ اور ہر قسم کے مسلکی، لسانی اور قومی تعصبات سے اپنے آپ کو دُور رکھتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے: " مثل المؤمنین فی توادہم وتراحمہم وتعاطفہم مثل الجسد الواحد اذا شتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسہر والحمی"۔ (صحیح مسلم ۲۵۸۶)

ترجمہ: مومنوں کی مثال ان کی آپس میں محبت، رحم اور ایک دوسرے سے نرمی کرنے میں ایک جسم کی مانند ہے، جب اس کے ایک عضو میں شکایت ہو تو پورا جسم اس کے لئے بے خوابی اور بخار میں مبتلا رہتا ہے۔

۱۳۔ اور جب ہم ان کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کو اپنے جسم کا حصہ سمجھتے ہیں تو ہم ان کے خون، مال اور عزت کو اپنے لئے حرام سمجھتے ہیں جیسا کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع

کے موقع پر فرمایا:"فان اللہ حرم علیکم دمائکم واموالکم واعراضکم کحرمۃ یومکم ہذا فی شہرکم ہذا فی بلدکم ھذا" (صحیح البخاری: ۱۷۴۲)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تمہارے اوپر حرام کی ہیں، تمہارے اس دن(یوم الحج) کی حرمت کی طرح، تمہارے اس مہینے میں، تمہارے اس شہر (مکہ) میں۔

پس ہم ان حملوں کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہیں جو عام بے گناہ مسلمانوں پر اُن کی بازاروں اور ان کی مساجد میں ہوتے ہیں اور ہم اس طرح کے حملوں سے براءت کرتے ہیں اور اسی طرح کفار کے علاوہ بے گناہ مسلمانوں سے طالبان کے نام پر پیسے وصول کرنے کو ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں اور اس کو پاکستان کے کالے نیٹ ورک(آئی۔ایس۔آئی) اور بد نام زمانہ امریکی ایجنسی بلیک واٹر کا کام سمجھتے ہیں۔

۱۴۔ ہم اللہ تعالی کے نازل کردہ قانون کے متبادل وضعی قوانین بنانے، یا اس میں کسی قسم کی تبدیلی اور ترمیم کرنے اور غیر اللہ کے قانون کو اللہ تعالیٰ کی قانون پر ترجیح دینے کو کفر اور غیر اسلامی فعل سمجھتے ہیں۔ حدیث میں ہے: "من بدل دینہ فاقتلوہ"۔

ترجمہ: جس نے اپنا دین تبدیل کیا تو اس کو قتل کرو۔(صحیح البخاری: ۶۹۲۲)

۱۵۔ ہم تحریم و تحلیل (کسی چیز کو جائز یا ناجائز کرنا) کا حق صرف اللہ تعالیٰ کیلئے تسلیم کرتے ہیں اور کسی بھی انسان کے لئے یہ جائز نہیں سمجھتے کہ وہ کسی چیز کو جائز یا ناجائز بنادے۔

۱۶۔ ہم قرآن و سنت کے نصوص اور اپنے اکابر علماء کی تشریحات کے مطابق مسلمانوں کا کفار کے ساتھ دوستی اور محبت حرام اور ناجائز سمجھتے ہیں اور مسلمانوں اور کفار کے درمیان جنگ کے دوران مسلمانوں کے خلاف کفار کے صف میں کھڑے ہونے اور ان کی فتح اور اسلام اور مسلمانوں کی شکست کے لئے لڑنے کو کفر سمجھتے ہیں: { يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ}۔

ترجمہ: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے انہیں دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا، بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المائدۃ:۵۱)

فقیہ العصر شاہ انور شاہ کشمیر رحمہ اللہ اکفار الملحدین ص ۱۲۹ میں فرماتے ہیں:

ومن ذب عنہ او تأول قولہ یکفر قطعا لیس فیہ توان

ترجمہ: اور جس نے اس (غلام احمد قادیانی) کی دفاع کی یا اس کے قول کی تاویل کی تو وہ قطعی کافر ہے اور اس بات میں کوئی کمزوری نہیں ہے۔

یہ عبارت صرف غلام احمد قادیانی تک محدود نہیں ہے، بلکہ ہر کافر کے کفر، نظام اور اس کے قانون کی دفاع کرنے کو شامل ہے۔

۱۷۔ ہم اسلام کے قیام اور اس کی حاکمیت کے لئے مسلح جدوجہد (قتال فی سبیل اللہ) پر یقین رکھتے ہیں اور قتال فی سبیل اللہ کے منکر اور اس پر یقین نہ رکھنے والوں کو اسلام سے خارج سمجھتے

ہیں جس طرح نماز اور دوسرے شرعی احکام پر یقین نہ رکھنے والے اور اس سے انکار کرنے والوں کو ہم کافر سمجھتے ہیں: { وَقَاتِلُوہُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰہِ}۔

ترجمہ: اور اُن لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (یعنی کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے۔(الانفال: ۳۹)

الایمان ہو التصدیق بجمیع ما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ومنہ الجہاد۔

۱۸۔ ہم اسلام اور اسلامی خلافت کے علاوہ ہر اِزم کو کفر سمجھتے ہیں: {وَمَن يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَن يُّقْبَلَ مِنْہُ وَھوَ فِى الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ}۔

ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو گا وہ اُس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہو گا۔(آل عمران: ۸۵)

۱۹۔ ہم سیکولر جمہوری نظام کو کفر سمجھتے ہیں اور اس کو کفار کی طرف سے مسلمانوں کے علاقوں پر قبضہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ہم اپنے علاقوں کو اس قبضے سے چھڑانے کے لئے تمام امت مسلمہ کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اُٹھ کھڑے ہوں تا کہ اپنے ممالک سے اس کفری نظام کا خاتمہ کریں اور اس کی جگہ خالص اسلامی نظام اور خلافت علی منہاج النبوت قائم کریں۔

۲۰۔ ہم فدائی حملے جائز سمجھتے ہیں اور اس کو اس جہاد میں دشمن کے خلاف ایک موثر ہتھیار سمجھتے ہیں، لیکن چونکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اس لئے ہم اپنے اجتہاد کو دوسروں پر تحمیل نہیں کرتے اور کسی سے صرف اس پر کہ وہ فدائی حملے نہیں مانتے دشمنی نہیں کرتے، بشرطیکہ وہ شخص دشمن کا معاون نہ ہو۔

۲۱۔ ہم اسلامی زمین کو ایک گاؤں جیسا سمجھتے ہیں اور چودہ سو سال سے لے کر آج تک جس زمین پر ایک دن کے لئے بھی خلافت قائم ہو چکی ہو وہ اسلامی زمین ہے اور ہم کفار کی طرف سے اسلامی زمین کو لسانی اور قومی بنیادوں پر تقسیم کو نہیں مانتے اور اس کو ایک منظم سازش سمجھتے ہیں جیسا کہ فقہاء فرماتے ہیں: "وبلاد الاسلام كلها بمنزلة البلدة الواحدة"۔ (مجموع الفتاویٰ ج:۵)

ترجمہ: اور اسلام کے تمام علاقے ایک علاقے کے مانند ہیں۔

چنانچہ ہم ان ممالک کو کفری نظام کے تسلط سے چھڑانا اپنے اوپر فرض سمجھتے ہیں۔

۲۲۔ اقوامِ متحدہ (جو ایک ملغوبہ ہے، جس نے افغانستان سمیت پوری اسلامی دنیا پر ایک عظیم جنگ مسلط کر رکھا ہے اور جس کا منشور اور چارٹرز غیر اسلامی کفری قوانین پر مشتمل ہیں) اس کا اور اس کے قوانین کا ہم انکار کرتے ہیں اور اس کو طاغوتِ اکبر اور کفر کا امام سمجھتے ہیں، چنانچہ اس کا انکار ہر مسلمان پر فرض ہے: { فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقىٰ}۔

ترجمہ: جو شخص طاغوت (معبود و مطاع غیر اللہ) سے اعتقاد نہ رکھے اور اللہ پر ایمان لائے اُس نے ایسی مضبوط رسی تھام لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں۔ (البقرۃ: ۲۵۶)

۲۳۔ ہم امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کو اپنا شرعی امیر سمجھتے ہیں اور اس کی اطاعت اپنے اوپر لازم سمجھتے ہیں جب تک معصیت پر امر نہ کرے اور جب تک وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو، اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ان کی مسلح جدوجہد کو ہم اپنے لئے مشعلِ راہ سمجھتے ہیں: " ولا نرى الخروجَ علىٰ ائمتِنا ووُلاةِ أُمورِنا وانِ جاروا، ولا ندعوا عليهم،

ولا ننزعُ يدًا من طاعتِهم، ونرىٰ طاعتَهم من طاعةِ اللّٰهِ عزوجلّ فريضةً ما لم يأمروا بِمعصيةِ، وندعوا لهم بالصلاحِ والمعافاةِ"۔

ترجمہ: اور ہم اپنے ائمہ اور ہمارے امور کے ذمہ داروں پر خروج جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظلم کریں اور نہ ہم ان کو بددعا دیتے ہیں اور نہ اپنا ہاتھ ان کی طاعت سے روکتے ہیں اور ہم ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرئضہ سمجھتے ہیں جب تک وہ گناہ پر امر نہ کریں اور ہم ان کے لئے صلاح اور عافیت کی دعاء کرتے ہیں۔(العقیدۃ الطحاویۃ، ص: ۱۶۳)

۲۴۔ ہمارا منشور قرآن وسنت اور ائمہ دین کے تشریحات ہیں، نہ ہم بدعتی ہیں اور نہ خواہشات کے متبع۔ ہم قرآن وسنت کی من مانی تشریحات کو حرام اور زندقہ سمجھتے ہیں۔

اہل سنت اور بعض اعمال پر تکفیر

یہ چند کلمات صرف بطور وضاحت لکھتے ہیں تاکہ قرآن وسنت اور اکابر علماء کے حوالوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جائے کہ اہلِ سنت کا مسلک یہ قطعاً نہیں ہے کہ کسی بھی عمل (گناہ) پر بندہ کافر نہیں ہوتا، چونکہ یہ مضمون بہت ہی اجمال کے ساتھ مکالمہ میں ذکر ہے، اس لئے تھوڑے تفصیل کے ساتھ کچھ حوالوں کا ذکر یہاں مناسب ہے۔

ایمان کا مسئلہ جو ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے اس میں تین بڑے مذاہب بنتے ہیں: ایک مذہب اہل سنت والجماعت کا، دوسرا مذہب خوارج و معتزلہ کا اور تیسرا مذہب جہمیہ و مرجئہ کا۔

معتزلہ وخوارج کے نزدیک اعمال ایمان کے ایسے جزو ہیں کہ ان کے نابود ہونے کی وجہ سے ایمان نابود ہو جاتا ہے، یعنی اعمال مامور بہا کا وجود اور اعمال منہی عنہا کا عدم ایمان میں سے ہے۔

جبکہ مرجئۃ کے نزدیک اعمال ہدر ہیں اور دنیا میں وہ ایمان پر بالکل مؤثر نہیں اور آخرت میں جنت سے مانع یا آگ کے موجبات نہیں ہیں۔

اور اہلِ سنت نہ تو اعمال کو معتزلہ وخوارج کی طرح جزو مانتے ہیں اور نہ مرجئۃ وجہمیہ کی طرح ہدر سمجھتے ہیں، بلکہ اعمال ایمان کے مکملات میں سے ہیں، البتہ بعض اعمال کے صرف کرنے سے بندہ ایمان سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے اگرچہ اعتقاد نہیں رکھتا ہو۔

پھر خوارج اور معتزلہ کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ ارتکابِ کبیرہ سے جب بندہ ایمان سے نکلتا ہے تو کیا کفر میں داخل ہوتا ہے یا نہیں؟ تو خوارج پہلے قول کے قائل ہیں، یعنی ان کے نزدیک مرتکبِ کبیرہ کافر ہے، جبکہ معتزلہ اس کو کافر نہیں سمجھتے، لیکن مخلد فی النار سمجھتے ہیں۔

اب معتزلہ وخوارج کے نزدیک یہ قول کلیہ ہے کہ ہر کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور جہمیہ کے نزدیک یہ کلیہ ہے کہ مسلمان کسی بھی عمل سے کافر نہیں ہوتا جب تک جحود نہ ہو۔

البتہ اہلِ سنت کے نزدیک جو یہ مشہور ہے کہ گناہ پر وہ تکفیر نہیں کرتے تو یہ عام نہیں ہے، یعنی ایسا نہیں کہ بالکل کسی گناہ پر بھی تکفیر نہیں کرتے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر گناہ پر وہ تکفیر نہیں کرتے، البتہ بعض پر کرتے ہیں اور بعض پر نہیں کرتے، یعنی ہمارے نزدیک بھی بعض اعمال ایسے ہیں جن سے (العیاذ باللہ) بندہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

اس بارے میں سب سے عمدہ دلیل غزوہ تبوک میں ان لوگوں کے بارے میں نازل شدہ یہ آیت {لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ} (التوبۃ: ٦٦) ہے، جنہوں نے قراء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں کچھ توہین آمیز الفاظ بطورِ مذاق استعمال کئے تھے اور یہ بات

فقط مذاق اور استہزاء کی حد تک تھی جس میں کوئی اعتقاد نہیں ہوتا، اور قرآن ان کا اس بارے میں تصدیق بھی کرتا ہے کہ ان کی یہ باتیں اعتقاد سے نہیں تھیں بلکہ فقط مذاق اور استہزاء کی حد تک تھیں، اس لئے کہ جب انہوں نے عذر کیا کہ { إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ} (التوبة: ٦٥) کہ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے، تو بجائے اس کے کہ قرآن ان کی تکذیب کرتا کہ نہیں! یہ لوگ گپ شپ نہیں لگا رہے تھے، بلکہ یہ باتیں انہوں نے اعتقاد سے کی ہیں، ان کا عذر میں پیش کئے گئے دلیل کو ان کا جرم اور کفر کی دلیل قرار دیا: { قُلْ أَبِاللّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ}استفہام کے ذریعے ان پر نکیر کر کے پھر بالکل صریح الفاظ{ لَا تَعْتَذِرُواْ قَدْكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ)پر ان کی تکفیر کی۔ اس سے پتہ چلا کہ ان کی یہ استہزاء جو کہ عمل ہے ان کے کفر کا سبب بن گئی جس میں کوئی اعتقاد نہیں تھا۔ شانِ نزول کے لئے دیکھئے تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر رحمہا اللہ۔

اس سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ بعض اعمال ایسے ہ

جیسے شعائر اللہ کی توہین، سجود للصنم اور شد الزنار وغیرہ اور ان سے بندہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرتکبین کو پتہ ہی نہیں تھا کہ استہزاء اور مذاق کفر ہے، ورنہ وہ اس کو بطورِ عذر کفر سے بچنے کے لئے پیش نہ کرتے۔ یہ آیت حجت ہے اہل سنت کا جہمیہ کے خلاف جو کہ اعمال کے ہدر ہونے اور ایمان و کفر میں اس کی تاثیر سے انکار کرتے ہیں۔

اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک بعض اعمال پر بندہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اہل سنت کا باوجود فروعی مسائل میں اختلاف کے اس پر اتفاق ہے، بعض اکابر کے حوالے بطورِ مشت نمونہ از خروارے یہاں پیش کرتے ہیں۔

فخر الدین حسن بن منصور فرغانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رجل کفر بلسانِہ طائعًا وقلبُہ علی الایمانِ یکونُ کافراً ولا یکونُ عندَ اللّٰہِ مؤمنًا.

ترجمہ: ایک آدمی نے اس حال میں کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے (بلااِکراہ) اپنے اختیار سے صرف زبان سے کفریات کہہ دیں تو بھی وہ کافر ہے اور اللہ کے نزدیک مؤمن نہیں ہے۔(فتاویٰ قاضی خان علیٰ ہامش فتاویٰ الہندیہ، ج: ۳، ص: ۵۷۳)

امام العصر محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اہل سنت کا اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اتفقوا فی بعضِ الافعالِ انہا کفر مع انہ یمکن فیہا ان لا ینسلخ من التصدیق لانہا افعال الجوارح لا القلب، وذلک کالہزل بلفظ کفر، وان لم یعتقده، وکالسجود للصنم، وکقتل نبی، والاستخفاف بہ، وبالمصحف، والکعبۃ، واختلفوا فی وجہ الکفر بہا بعد الاتفاق علی التکفیر، انتہی۔

ترجمہ: اہل سنت نے اتفاق کیا بعض افعال میں کہ وہ کفر ہیں اگرچہ ممکن ہے ان میں کہ بندہ تصدیق سے نہ نکلے، اس لئے کہ یہ جوارح (اعضائ) کے افعال ہیں نہ کہ دل کے، اور وہ (افعال جو کفر ہیں) جیسا کہ لفظ کفر گپ شپ لگانا، اگرچہ اس کا اعتقاد نہ ہو، اور بت کو سجدہ کرنا، اور جیسا کہ کسی نبی کو قتل کرنا، یا اس کے ساتھ استہزاء کرنا، یا قرآن کے ساتھ استہزاء کرنا، یا کعبہ کے ساتھ استہزاء کرنا، اور انہوں (اہل سنت) نے ان امور میں تکفیر پر اتفاق کے بعد وجہ کفر میں اختلاف کیا ہے۔(اکفار الملحدین، ص: ٦٨)

یعنی اہل سنت کا ان افعال کے مرتکبین کے تکفیر پر اتفاق ہیں، لیکن وجہ کفر میں اختلاف ہے، چنانچہ محدثین حضرات اعمال کو مکفر مانتے ہیں اور متکلمین اعمال کو اماراتِ کفر و تکذیب مانتے ہیں، البتہ اس پر اتفاق ہے کہ ان اعمال کو جو بھی نام دیا جائے لیکن مرتکب ظاہراً اور باطناً کافر ہو گا۔

شوافع علماء میں سے محی الدین یحییٰ بن شرف نووی رحمہ اللہ "روضۃ الطالبین" کتاب الردّۃ میں فرماتے ہیں:

ہی قطع الاسلام، ویحصل ذلک تارۃ بالقول الذی ہوکفر، وتارۃ بالفعل، والافعال الموجبۃ للکفر ہی التی تصدر عن تعمد واستہزاء بالدین صریح، کالسجود للصنم، والقاء المصحف فی القاذورات، والسحر الذی فیہ عبادۃ الشمس ونحوہا۔ قال الامام : فی بعض التعالیق عن شیخی ان الفعل بمجردہ لا یکون کفرا، قال : وہذا زلل عظیم من المعلق، ذکرتہ للتنبیہ علی غلطہ، وتحصل الردۃ بالقول الذی ہوکفرٌ سواء صدر عن اعتقاد او عناد او استہزائ۔

ترجمہ: ارتداد اسلام کو توڑنا ہے، اور یہ کبھی قول کے ساتھ حاصل ہوتا ہے جو کہ کفر ہے، اور کبھی فعل کے ساتھ، اور وہ افعال جو موجبِ کفر ہیں وہ افعال ہیں جو قصد اور استہزاء بالدین سے صادر ہو جائیں، جیسا کہ بت کو سجدہ کرنا، گندگی میں مصحف ڈالنا، اور وہ سحر جس میں سورج یا اس جیسے چیز کی عبادت ہو۔ امام فرماتے ہیں: میرے شیخ سے بعض تعالیق میں منقول ہیں کہ صرف فعل کفر نہیں ہے، فرماتے ہیں: یہ ایک بڑی لغزش ہے معلق کی طرف سے، میں نے اس کی غلطی پر تنبیہ کرنے کے لئے ذکر کی ہے، اور ارتداد ایسے قول سے بھی حاصل ہوتا ہے جو کفر ہو، چاہے وہ اعتقاداً صادر ہو جائے یا عناداً و استہزاءً۔ (روضۃ الطالبین، ج:۷، ص: ۲۸۳۔۲۸۴)

اور ابن حاجب مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ـــالردۃ الکفر بعد الاسلام، ویکون بصریح وبلفظ یقتضیہ وبفعل یتضمنہ"

ترجمہ: ارتداد اِسلام کے بعد کفر کو کہتے ہیں، اور کبھی کفر کا وقوع صریحاً ہوتا ہے اور کبھی اس لفظ سے جو اس کا مقتضی ہے اور کبھی اس فعل سے جو کفر کو متضمن ہو۔ (جامع الامہات، ص: ۵۱۲)

اور حنابلہ میں سے مرعی بن یوسف مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(باب حکم المرتد) وہو من کفر بعد اسلامہ، ویحصل الکفر باحد اربعۃ امور: بالقول کسبّ اللہ تعالی ورسولہ او ملائکتہ او ادّعاء النبوۃ او الشرک لہ تعالی، وبالفعل کالسجود للصنم ونحوہ کإلقاء المصحف فی قاذورۃ، وبالاعتقاد کاعتقادہ الشریک لہ تعالی او ان الزنا او الخمر حلال او ان الخبز حرام ومما اجمع علیہ اجماعا قطعیا وبالشک فی شیء من ذلک۔

(دلیل الطالب،

ص: ۳۱۷)

ترجمہ: "یہ باب مرتد کے حکم کے بارے میں ہے" اور مرتد وہ شخص ہے جو اسلام قبول کرنے کے بعد کافر ہو جائے، اور کفر چار اُمور میں سے ایک پر حاصل ہو جاتا ہے: ۱۔ قول سے جیسے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کے ملائکہ کو گالی دینے سے یا نبوت کا دعویٰ کرنے سے یا اللہ تعالیٰ کا شریک ماننے سے، ۲۔ اور فعل سے جیسے بت کو سجدہ کرنا اور اس جیسا کوئی فعل جیسے مصحف کو گندگی میں ڈالنا، ۳۔ اور اعتقاد سے جیسے اللہ تعالیٰ کے لئے شریک کا عقیدہ رکھنا، یا یہ کہ زنا اور شراب کو حلال ماننا اور روٹی کو حرام ماننا اور ان اشیاء کے بارے میں جن پر قطعی اجماع منعقد ہو گئی ہو، ۴۔ اور ان امور میں کسی امر میں شک کرنے سے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکالمہ

خالد: کیا حال ہے؟

اسلم: الحمد للہ ! میں ٹھیک ہوں، آپ کیسے ہیں؟

خالد: اللہ کا شکر ہے، بھائی کل میں نے آپ کا پوچھا تھا لیکن آپ نہیں تھے، آج کل کیا مصروفیات ہیں؟

اسلم: بھئی ! آج کل انتخابات ہیں، ہمارے علاقے کا ایک امیدوار ہے اس کے لئے مہم چلاتے ہیں۔

خالد: انتخابات کے لئے تم مہم چلاتے ہو؟

اسلم: جی ہاں !

خالد: بھئی ! یہ کیوں؟

اسلم: تاکہ ملک میں ایک صالح قیادت آجائے اور حکومت لوٹے، لٹیروں سے پاک ہو جائے اور ملک حقیقی جمہوریت کے راستے پر گامزن ہو جائے۔

خالد: بھئی ! میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں۔

اسلم: بالکل ٹھیک ہے۔

خالد: آپ کو پتہ ہے جمہوریت کیا چیز ہے؟

اسلم: یہ ایک طرزِ حکومت ہے۔

خالد: وہ تو ٹھیک ہے، لیکن اس کی تعریف کیا ہے؟

اسلم: یہ عوام کی عوام پر عوام کے لئے حکومت ہے۔

خالد: بالکل ٹھیک یہ تعریف تمام کتابوں میں مذکور ہے، لیکن میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس تعریف کے مطابق جمہوریت شریعت کی رُو سے کیسا نظام ہے؟

اسلم: میں نے تو سنا ہے ٹھیک ہے۔

خالد: نہیں بھئی! آپ بھی مولوی اور باقاعدہ ایک دارالافتاء سے فارغ مفتی ہیں، آپ نے خود اس کی شرعی حیثیت کے بارے میں سوچا ہے اور تحقیق کیا ہے یا فقط سنا ہے؟

اسلم: نہیں بھئی! صرف سنا ہے۔

خالد: آپ کو خود اس کی تفصیل معلوم کرنی چاہئے۔

اسلم: لیکن اس میں کیا حرج ہے؟

خالد: ہم ایک مسلم قوم ہے اور کسی بھی چیز کے اچھے یا برے، حلال یا حرام اور حق یا باطل معلوم کرنے کے لئے ہمارے پاس ایک ترازو ہے اور وہ ہے شریعت کے اصول وضوابط جو کہ

چار ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع اور قیاس۔اس کے علاوہ دوسری چیزوں سے ہم جائز و ناجائز ہونے کا علم حاصل نہیں کر سکتے، اس لئے کہ یہ اصول انسانوں کی ضروریات پورا کرنے کے واسطے اتم، اکمل اور کافی ہیں۔

اسلم: بالکل۔

خالد: تو پھر شریعت کی رُو سے کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ نظام کیسا نظام ہے؟

اسلم: میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا، آپ بتایئے۔

خالد: یہ ایک باطل حرام اور کفری نظام ہے۔

اسلم: یہ کیوں؟ تعجب ہے، یہ تو میں آج عجیب بات سن رہا ہوں۔

خالد: اس لئے کہ یہ عوام کی حکمرانی ہے، جبکہ اسلام اللہ کی حکمرانی کو مانتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: {اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ} (اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے)۔(یوسف: ۴۰)

اسلم: لیکن حکمرانی تو اسلام بھی انسان کو دیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں {إِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الأَرْضِ خَلِيْفَةً}(کہ میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں)۔(البقرۃ: ۳۰)

خالد: نہیں بھائی، آپ میری بات کو نہیں سمجھے، یار! تم حکومت چلانے اور اقتدار کی بات کرتے ہو اور حکمرانی سے میری مراد قانون سازی ہے اور یہ کہ یہ اقتدار چلانے والے کس قانون پر فیصلے کریں گے۔جمہوریت قانون سازی کا حق انسان اور عوام کو دیتا ہے، جبکہ شریعت کا شارع اللہ تعالیٰ ہے۔

اسلم: یہ تو ٹھیک ہے، لیکن میں نے بھی بعض کتابوں کے حوالے سے دیکھا ہے کہ قانون سازی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: ''انتم اعلم بأمر دنیاکم'' (صحیح مسلم) (تم دنیاوی امور کو مجھ سے بہتر جانتے ہو۔) اور ہمارے مذہب کے مشہور امام علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں ذکر کیا ہے کہ قانون سازی جائز ہے کوئی حرج نہیں ہے، جب وہ ذی رائے لوگوں کے اتفاق سے ہو: " ثم انہ لا شبہۃ فی انہ لا بأس بالقوانین السیاسیۃ اذا وقعت باتفاق ذوی الآراء من اہل الحل والعقد علی وجہ یحسن بہ "۔

ترجمہ: پھر اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ سیاسی قوانین میں کوئی حرج نہیں ہے جب وہ اصحابِ رائے یعنی اہل حل وعقد کے اتفاق سے اس طور پر بنائے جائیں کہ جن سے نظام بہتر ہو جائے۔ (روح المعانی، سورۃ المجادلہ:۵)

خالد: بھائی آپ نے جو حوالہ دیا یہ بات ٹھیک ہے، لیکن قوانین دو طرح کے ہیں:

۱۔ وہ قوانین ہیں جن کے بارے میں قرآن وسنت کے صریح احکامات موجود ہوں، جیسے حدود و قصاص اور اس جیسے دیگر معاملات کے اصول و احکامات۔

۲۔ وہ قوانین ہیں جن کے بارے میں نص موجود نہ ہو، بلکہ وہ امیر اور خلیفہ کے حوالے ہوں، جیسے بعض تعزیرات وغیرہ۔

تو پہلے کے بارے میں اگر کوئی شخص قرآن وسنت کے خلاف آزادانہ قانون بنائے تو وہ حرام اور کفر ہے اور دوسرے کے بارے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ جس قانون سازی کے بارے میں

بات کرتے ہیں اور جس کے بارے میں آپ نے روح المعانی کا حوالہ دیا وہ دوسری قسم کے احکامات ہیں ،جبکہ پہلی قسم کے احکامات میں قرآن وسنت کے برخلاف آزادانہ قانون سازی کرنا کفر ہے۔

رہی بات حدیثِ مسلم کی جو آپ نے ذکر کردی تو حدیث مسلم مشورہ پر مبنی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے وہ مشورے جو اُنہوں نے ان دنیاوی امور میں دیے ہوں جن کا آخرت کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوں اور نہ وہ امورِ آخرت میں فلاح کے معارض ہوں وہ مشورے کی حد تک ہوتے ہیں چنانچہ وہ واجب العمل نہیں ہوتے، البتہ آخرت کے بارے میں ان کے جو احکام ہیں یا جو چیزیں دنیوی ہیں لیکن وہ فلاح فی الآخرۃ کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں اس میں انہوں نے امر کیا ہو یا منع کیا ہو تو اس کو مشورہ سمجھنا بقولِ علامہ قاسم نانوتویؒ شرک فی النبوۃ کی بناء کو مستحکم کرنا ہے، وہ ہرگز مشورہ نہیں ہے، بلکہ وہ امر و نہی سمجھا جائے گا اور وہ واجب العمل ہوگا۔

اسلم: خالد بھائی! آپ نے یہ تقسیم کہاں سے نکالی؟

خالد: جس تفسیر کا آپ نے حوالہ دیا بالکل اسی تفسیر میں یہ بھی درج ہے، ایک قسم کے بارے میں تو اس نے یہ فتویٰ دیا ہے جو تم نے ذکر کیا کہ جائز ہے، آگے جا کر وہ لکھتے ہیں کہ وہ قانون سازی جو احکاماتِ الٰہیہ سے متعلق ہو، جیسا کہ چور کا ہاتھ کاٹنا، اور شادی شدہ زناکار کو رجم کرنا، اور جو اللہ نے قطاع الطریق کے بارے میں ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹنے کی تفصیل بیان کی ہے وغیرہ تو ظاہر اُن کا (اس میں قانون سازی اور اس کے متبادل قوانین بنانے کا) اس آیت کے تحت داخل ہونے کا ہے (کافر ہے) جیسا کہ بیضاوی نے ذکر کیا ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واما ما يتعلق بالحدود الالٰهية كقطع السارق ورجم الزانی المحصن وما فصل فی حق قطاع الطريق من قطع الايدی والارجل من خلاف وغيره مما فصل فی آياتهم الی غير

ذلک فظاہر امرہ دخولہ فی حکم الآیۃ علی ما ذکرہ البیضاوی رحمہ اللہ۔(روح المعانی حوالہ بالا)

تو اگرچہ امام آلوسی رحمہ اللہ نے ان احکامات میں (جو تعزیری ہیں اور امام کی رائے کو مفوض ہیں) ان میں قانون سازی کو کفر قرار نہیں دیا ہے، اس لئے کہ اس میں کمی یا زیادتی کرنا خود اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔ گویا کہ یہاں پر اصل قانون اختیار کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں اس کو اختیار دیا ہے، تو یہ کفر نہیں ہے، لیکن جب بات یہاں پر آتی ہے کہ وہ اللہ تعالی کے نازل کردہ احکامات کے ساتھ ٹکراتا ہے تو اس صورت میں پھر آیت سے مستنبط فتویٰ جو امام بیضاوی نے لگایا ہے وہ انہوں نے بھی لگایا ہے۔

اسلم: ٹھیک ہے بھائی! لیکن میرا سوال یہ ہے کہ ہم تو اہل السنت والجماعت ہیں اور ہمارے نزدیک کوئی گناہ سے کافر نہیں ہوتا، تو اگر یہ گناہ ثابت ہو جائے پھر اس کو کفری نظام کیسے کہا جاتا ہے ؟اس پر دلیل کیا ہے ؟ حالانکہ اس شخص نے تو کلمے کا انکار نہیں کیا ہے اور عمل سے بندہ کافر نہیں ہوتا؟

خالد: بالکل تم ٹھیک کہتے ہو کہ گناہ کبیرہ سے ہم کسی کی تکفیر نہیں کرتے، لیکن یہاں پر آپ کو اہل السنت والجماعت کا مذہب معلوم کرنا چاہئے، اہل السنت نہ تو خوارج کی طرح ہر گناہ کبیرہ پر کسی کی تکفیر کرتے ہیں اور نہ مرجئہ اور جہمیہ کی طرح ہر کسی کو ایسے آزاد چھوڑتے ہیں کہ وہ جو کچھ کرے وہ کافر نہیں ہوگا، یعنی وہ ایمان کو بھی ایک حقیقت مانتے ہیں اور اس کو صرف ایک گناہ پر نابود نہیں کراتے اور نہ جہمیہ کی طرح اعمال کو بالکل بے اثر مانتے ہیں کہ بندہ کلمہ پڑھنے کے بعد جو کچھ

کرے ایمان پر کچھ بھی اثر نہیں پڑتا۔ کیا آپ نے ہمارے فقہاء کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا ہے؟! ان میں۔ باب المرتد بھی ہوتا ہے، اس میں انہوں نے عقائد کے علاوہ بعض اقوال وافعال بھی ذکر کئے ہیں جن سے بندہ نعوذ باللہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو جاتا ہے۔

اسلم: ٹھیک ہے، یہ تو مجھے معلوم ہے لیکن ہم ان افعال واقوال کے درمیان کیسے فرق کریں گے کہ جن سے بندہ صرف گناہگار ہو جاتا ہے اور بعض سے بندہ کافر ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ۔

خالد: اصل میں فقہاء نے گناہوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں، ایک وہ کبائر ہیں جو امارات التکذیب نہیں، ان سے بندہ کافر نہیں ہوتا جیسے شراب خوری، زنا، غیبت اور سود خوری وغیرہ، اگرچہ یہ بڑے بڑے گناہ ہیں لیکن بندہ ان سے کافر نہیں ہوتا۔ جبکہ گناہ کی دوسری قسم وہ ہے جن سے بندہ کافر ہو جاتا ہے، العیاذ باللہ۔ فقہائے کرام ایسے اعمال کو علامات کفر اور امارات تکذیب جیسے ناموں سے تعبیر فرماتے ہیں اور محدثین حضرات اس سے مکفرات (کافر کرنے والے اعمال) کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، نیز انہیں نواقض الایمان بھی کہتے ہیں۔ جیسے گلے میں صلیب لٹکانا یا زنار باندھنا، مذاق میں کلمہِ کفر ادا کرنا، کفار کی صف میں مسلمانوں کے خلاف لڑنا وغیرہ۔ اور اس پر علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ قواطع الاسلام کے نام سے تحریر فرمایا ہے، اور امام محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اکفار الملحدین کے نام سے ایک مختصر لیکن انتہائی جامع رسالہ تحریر فرمایا ہے۔

اسلم: ٹھیک ہے بھئی! لیکن تھوڑی وضاحت کیجئے کہ قانون سازی کس قسم کے گناہ سے تعلق رکھتا ہے؟

خالد: قانون سازی دوسری قسم کے گناہ سے تعلق رکھتا ہے جس سے بندہ کافر ہو جاتا ہے۔

اسلم: بھئی! یہ کیوں؟

خالد: تم دین کے معنی جانتے ہو؟

اسلم: جی ہاں! لغت میں دین کا معنی جزائ، اطاعت اور قانون ہے اور اصطلاح میں کسی کو قانون ساز مان کر بدلے کی نیت سے اس کی اطاعت کرنے کو دین کہا جاتا ہے۔

خالد: یعنی دین صرف نماز، روزے، حج اور زکوۃ کو نہیں کہا جاتا، بلکہ دین زندگی کے تمام شعبوں کو شامل ہے، اس میں عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات، سیاسیات اور جزاو سزا سب آتے ہیں۔

اسلم: جی ہاں! میں نے اپنے اساتذہ سے اسی طرح سنا ہے اور میں نے اس بارے میں شیخ الہند رحمہ اللہ کا ایک قول بھی دیکھا تھا۔ انہوں نے دین کو صرف نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ تک محدود کرنے کو دین کے دامن پر ایک بدنما داغ قرار دیا ہے۔

خالد: اب میں ایک دوسرا سوال پوچھتا ہوں، وہ یہ کہ دین کے کتنے حصے ہیں؟

اسلم: دین کے دو حصے ہیں، ایک حصہ: انفرادی مُخفَّف اور دوسرا حصہ اجتماعی مُغلَّظ ہے۔
یعنی دین کا ایک حصہ انفرادی معمولات مثلاً عبادات وعقائد وغیرہ ہیں اور دوسرا حصہ اجتماعی معاملات ہیں جس میں یہ سب قوانین آتے ہیں۔

خالد: بالکل ٹھیک! اب میں ایک بات پوچھتا ہوں کہ یہ قوانین جو سزاؤں اور عقوبات کی شکل میں ہیں اور جو قوانین معاملات کی شکل میں ہے، یہ کیا دین میں سے ہیں؟

اسلم: جی ہاں! یہ سب دین میں سے ہیں اور یہ دین کا باقاعدہ حصہ ہیں، اس لئے کہ کُتبِ فقہ و حدیث کا نصف حصہ توا ِہی اُمور پر مشتمل ہوتا ہے اور فقہ اور کتبِ احادیث دین میں سے ہیں۔ اب اگر ہم یہ کہیں کہ یہ (اجتماعی احکامات) دین میں سے نہیں ہے تو پھر تو مطلب یہ ہوگا کہ فقہ کا آدھا حصہ دین اور آدھا بے دینی ہے۔ (نعوذ باللہ)

خالد: اب میرا ایک اور سوال ہے کہ دین میں تبدیلی کرنے کا کیا حکم ہے؟

اسلم: اللہ سے پناہ مانگتا ہوں، دین میں تبدیلی کرنا کفر ہے۔

خالد: کیوں؟

اسلم: اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: {وَمَن يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَن يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى اْلآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ}۔

ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اُس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ (آل عمران: ۸۵)

اور حدیث میں ہے: "مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ"۔

ترجمہ: جس نے اپنا دین تبدیل کیا تو اس کو قتل کرو۔ (صحیح البخاری حدیث: ۶۵۲۴)

اور یہاں پر قتل کا حکم تمام علماء کے نزدیک ارتداد کی وجہ سے ہے۔

خالد: اب میرا مدعا حاصل ہوگیا کہ جب یہ احکامات دین میں سے ہیں اور دین میں تبدیلی کرنا کفر ہے تو آزاد قانون سازی بھی کفر ہے، اس لئے کہ اس میں آزاد حقوق دینے کا مطلب یہ ہے کہ مقننہ آزاد ہے کہ اللہ کے احکامات کی جگہ دوسرے احکامات لائے یا اپنی آزادی کی بدولت ان احکامات میں ترمیم کرسکے۔ منطقی انداز میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ قوانین اجتماعی دین میں سے ہیں اور دین میں تبدیلی اور اس تبدیلی کا جواز کفر ہے پس صغریٰ و کبریٰ دونوں کے ملانے سے نتیجہ یہی نکلے گا کہ قوانین شرعیہ میں تبدیلی اور اس کا جواز کفر ہے اور جو نظام اس کا جواز دیتا ہے اور عملاً بھی اس میں یہ آزادی ہے وہ کفری نظام ہوگا۔

اسلم: لیکن میرا خیال یہ ہے کہ دین کی تبدیلی سے مراد دین سے نکل کر یہودی یا عیسائی ہونا ہے۔ اور یہ لوگ تو اس طرح نہیں ہوئے ہیں۔

خالد: اوہ! میرے دوست! آپ نے تو اصولِ فقہ بھی پڑھی ہوگی؟

اسلم: جی ہاں! الحمدللہ! تھوڑی بہت مہارت بھی رکھتا ہوں۔

خالد: آپ نے یہ پڑھا ہے کہ المطلق يجرى على اطلاقه اذا لم يقم دليل التقييد نصاً او دلالتہً۔ کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوگا جب تک اس کے تقیید پر نصاً اور دلالۃً دلیل قائم نہ ہو جائے۔ (مجلۃ الاحکام العدلیۃ مادہ ۶۴)

اسلم: جی ہاں! میں نے یہ پڑھا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مطلق کا ایک فرد پایا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مطلق پایا گیا۔ اس لئے تو امام شافعی رحمہ اللہ جب آیت مسح

{ فَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ} مطلق لیتا ہے توآپؒ کے نزدیک اگر ایک بال پر بھی مسح کیا جائے تو فرض ادا ہو گیا۔

خالد: اب یہاں دین میں مطلق تبدیلی مراد ہے یا ایک خاص قسم کی تبدیلی؟

اسلم: مطلق تبدیلی مراد ہے۔

خالد: یعنی اگر ایک آدمی نے پورا دین تبدیل کیا تو وہ کافر ہو گا اور اگر کسی نے دین کا ایک جزء تبدیل کیا تو وہ بھی اس شخص کی طرح ہو گا جس نے پورا دین تبدیل کیا ہو؟

اسلم: بالکل اسی طرح ہے۔

خالد: یعنی اگر ایک آدمی اپنے دین اسلام کو چھوڑ کر یہودی ہو گیا تو وہ کافر ہو گا اور اگر کسی نے دین کا ایک منصوصی جزء تبدیل کیا تو وہ بھی کافر ہو گا؟

اسلم: اگر آپ کوئی مثال دے دیں تو اچھا ہو گا، میں پوری طرح یہ بات نہیں سمجھا۔

خالد: مثال کے طور پر نماز جو کہ دین کا ایک جزو ہے، پورا دین نہیں ہے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے سے بندہ کافر ہو جاتا ہے مثلاً وہ نماز، روزہ، حج اور زکوۃ سب باتوں کو مانتا ہے لیکن اس نے نماز میں یہ تبدیلی کی کہ وہ ظہر کی نماز چار رکعت کے بجائے پانچ پڑھتا ہے، اس شخص کا حکم کیا ہو گا؟ اور پھر اس حکومت اور حکمران کا جو اَمر کرتا ہے کہ ظہر کی نماز چار رکعت کی بجائے پانچ یا تین پڑھی جائے گی؟

اسلم: ایسا شخص اور حکومت تو تمام فقہاء کے نزدیک کافر ہے۔

خالد: اگر کسی حاکم نے زکوٰۃ کا نصاب چالیسویں کی بجائے تیسواں رکھ دیا تو اس کا حکم کیا ہو گا؟

اسلم: اس کا حکم بالکل پہلے شخص کی طرح ہے۔ کیونکہ یہ دونوں کام حدیث "مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہُ" کے مفہوم میں داخل ہے، اس لئے کہ یہ دونوں ارکان (نماز اور زکوٰۃ) دین کے اقسام میں سے ہیں۔

خالد: اب میں پوچھتا ہوں کہ جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوۃ دین کے اقسام میں سے ہیں، کیا عقوبات اور معاملات کے جو شرعی اصول ہیں وہ بھی اسی طرح دین کے اقسام میں سے ہیں؟

اسلم: جی ہاں! بالکل کوئی فرق نہیں ہے، طبقات ابن سعد میں ہے: کتب عمر بن عبد العزیز: ان اقامۃ الحدود عندی کاقامۃ الصلوۃ والزکاۃ۔ (ج: ۵، ص: ۳۷۸)

ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے لکھا کہ میرے نزدیک حدود قائم کرنا نماز اور زکوۃ قائم کرنے کی طرح ہے (یعنی اسی طرح فرض ہے)۔

خالد: اب ان قوانین میں جن کے بارے میں قرآن وسنت کے صریح نصوص موجود ہوں تبدیلی کرنا دین میں تبدیلی ہو گی یا نہیں؟

اسلم: بالکل ہو گی۔

خالد: تم نے دین میں تبدیلی کرنے کو کیا نام دیا تھا؟

اسلم: کفر وارتداد، اور یہ نام میں نے نہیں بلکہ امت کے تمام فقہاء نے دیا ہے۔

خالد: تواب ایسے شخص کا حکم کیا ہوگا جس نے یہ تبدیلی کی، اور جو نظام اس تبدیلی کا علمبردار ہے۔

اسلم: ظاہر ہے وہ کافر ہوگا، اور وہ نظام 'کفری نظام ہوگا۔

خالد: اس پر باقاعدہ فقہاء نے بحث کی ہے کہ ارتداد کی ایک قسم ارتداد عن کل الدین ہے کہ کوئی پورے دین سے نکل جائے اور ایک ارتداد عن بعض الدین ہے اور جس طرح ارتداد کفر اصلی سے بڑا ہے اسی طرح ارتداد عن بعض الدین 'ارتداد عن کل الدین سے بدتر ہے، یہ بات فقہاء کی کتابوں میں مذکور ہے، لیکن بتاؤ کہ اب قانون سازی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

اسلم: لیکن وہ لوگ تو اس کو دین نہیں سمجھتے، بلکہ دین سے الگ سمجھتے ہیں؟

خالد: کیا اِن احکامات کو دین سے الگ سمجھنا کفر نہیں ہے؟!

اسلم: جی ہاں! میں نے مفتی تقی عثمانی صاحب کا ایک فتویٰ دیکھا تھا اُنہوں نے ایسے لوگوں پر کفر کا فتویٰ دیا تھا جو لوگ سیاست کو دین سے الگ سمجھتے ہیں، اس لئے کہ سیاست دین میں سے ہے اور دین کو غیرِ دین سمجھنا کفر ہے۔

إن ہذہ النظریۃ فی الحقیقۃ نوع من انواع الاشراک باللہ تعالی من حیث انہا لا تعترف للدین بسلطۃ فی الحیاۃ المادیۃ، وانما تقصر سلطۃ الدین علی رسوم وعبادات یمارسہا المرء فی خلوتہ او فی معبدہ، فکان الالہ لیس الٰہا الا فی العبادات والرسوم، واما الامور الدنیویۃ فلہا الہ آخر۔ والعیاذ باللہ ۔ ولذلک لم یزل المسلمون الراسخون یردون علی ہذہ النظریۃ الزائغۃ فی کل زمان ومکان لانہ لا مجال لہا فی الاسلام الذ ی یؤمن بعقیدۃ التوحید فی اصح تعبیراتہا واکمل صورہا، والذی قرر الاحکام الالہیۃ فی

جميع شئون الحياة بما فيها السياسة والاقتصاد فكان من واجب اہل العلم المسلمين ان يرفضوا ہذه النظرية ويردوا عليها ردا علميا ناجعا۔

ترجمہ: یہ نظریہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے انواع میں سے ایک نوع ہے،اس حیثیت سے کہ یہ دین کے لئے مادی زندگی میں قوت اور سلطہ کو تسلیم نہیں کرتا، بلکہ یہ دین کا سلطہ صرف اُن رسوم اور عبادات تک محدود کرتا ہے جنہیں آدمی اپنی خلوت اور عبادت گاہ میں کرتا ہے، پس ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ صرف رسومات اور عبادات میں معبود ہے۔اور ہر چہ دنیاوی امور ہیں تو اس کے لئے الگ خدا ہے(اللہ کی پناہ مانگتے ہیں) اور یہی وجہ ہے کہ علم میں مضبوط مسلمان ہمیشہ ہر زمانے اور ہر جگہ میں اس باطل نظریہ کو ردّ کرتے ہیں،اس لئے کہ اسلام میں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے جو عقیدہ توحید کی صحیح تعبیرات اور تمام صورتوں پر یقین رکھتا ہے،اور وہ اسلام جس نے اللہ تعالیٰ کے احکامات زندگی کے تمام گوشوں (جس میں سیاست اور اقتصاد بھی ہے) کے لئے مقرر کئے ہیں، پس اہل علم کے فرائض میں سے ہیں کہ وہ اس نظریے کو چھوڑیں اور اس پر علمی انداز میں رد کریں۔(تکملۃ فتح الملہم،ج:۳،ص:۲۷۲)

خالد: ماشاءاللہ! یہ امت کے تمام علماء کا فتویٰ ہے،اور یہ صرف سیاست تک محدود نہیں ہے،بلکہ یہ دین کے تمام احکام کو شامل ہیں کہ اس کو دین نہ سمجھنا یا دین سے الگ سمجھنا کفر ہے۔ اسی طرح یہ نظام بھی دراصل دو الہوں کو ماننے والا نظام ہے،ایک مذہب کا الہ اور ایک قانون کا الہ۔ مذہب کے الہ سے جمہوریت انکار نہیں کرتی کہ اس کے اوامر و نواہی مذہب کے احکام نہیں ہے، لیکن اس اقرار کے ساتھ وہ اس بات کا منکر ہے کہ مذہب کے احکام ہر وقت واجب الاطاعۃ قوانین ہیں ،بلکہ وہ قوانین بنائے جا سکتے ہیں جب قانون کا الہ اس کو منظور اور پاس کرے اور اگر پاس نہ کرے تو وہ پھر بھی مذہب کے احکام تو ہوں گے لیکن قانون نہیں ہو گا۔

اسلم: ٹھیک ہے،   جزاک اللہ خیراَ۔

خالد: اب ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے کہ وہ ان احکامات کو دین سمجھتے ہیں یا نہیں ؟ اگر سمجھتے ہیں تو پھر اس میں تبدیلی دین میں تبدیلی ہے (جو کہ کفر ہے) اور اگر دین نہیں سمجھتے تو پھر دوسرا فتویٰ ان پر منطبق ہوتا ہے (یعنی وہ بھی کفر ہے)۔

اسلم: لیکن میں نے سنا ہے کہ کسی گناہ سے بندہ تب کافر ہوتا ہے جب وہ اس کو حلال سمجھے اور پتہ نہیں کہ وہ لوگ اس تبدیلی کو حلال سمجھتے ہیں یا نہیں ؟

خالد: ٹھیک ہے لیکن گناہوں کی تقسیم جو میں نے آپ کے سامنے ذکر کی تھی وہ تم کو یاد ہے ؟

اسلم: جی ہاں ! آپ نے گناہوں کی دو قسمیں ذکر کی تھیں: ایک وہ جس کے کرنے سے بندہ کافر نہیں ہو جاتا اور دوسری قسم وہ ہے جس کے صرف ارتکاب سے بندہ کافر ہو جاتا ہے۔

خالد: زنا اور چوری وغیرہ کونسے گناہوں میں داخل ہیں ؟

اسلم: وہ ان گناہوں میں داخل ہیں جن کے کرنے سے بندہ کافر نہیں ہوتا۔

خالد: لیکن آپ کا کیا خیال ہے اگر کوئی زنا، چوری اور شراب خوری کو حلال سمجھے وہ مسلمان ہو گا یا کافر ؟

اسلم: وہ کافر ہو گا۔

خالد: اگر حلال سمجھنے سے بندہ اُن گناہوں سے بھی کافر ہو جاتا ہے جن کے کرنے سے بندہ کافر نہیں ہوتا، اور ان گناہوں میں بھی جن کے صرف کرنے سے بندہ کافر ہو جاتا ہے حلال سمجھنا اور استحلال شرط کیا جائے تو پھر اس کے علیحدہ قسم بنانے کا کیا مطلب؟ حالانکہ ایک مقسم کی ایک قسم دوسری قسم کے لئے قسیم ہوتا ہے جو کہ ضد سمجھی جاتی ہے، گویا گناہ کے دو قسم بن گئے: ایک قسم جس سے بندہ کافر نہیں ہوتا اور دوسری قسم وہ جس کے کرنے سے بندہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات دین اسلام کے اصول سے بالضرورۃ معلوم ہے کہ جس قسم کے گناہ کے کرنے سے بندہ کافر نہیں ہو جاتا اس کے حلال سمجھنے سے بھی بندہ کافر ہو جاتا ہے۔ پس اگر حلال سمجھنے کی شرط دوسری قسم میں بھی ہو تو یہ ایک ہی شے ہو جائے گی، حالانکہ یہ دونوں الگ الگ متضاد چیزیں ہیں۔ پس اگر ایسا ہو جائے تو شیٔ اپنی ذات اور ضد دونوں کو شامل ہو جائے گی اور یہ بدیہی البطلان ہے، اس لئے کہ ضد الشیء کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس شے کے علاوہ دوسری چیز ہے، یعنی اس میں کسی دوسری چیز ہونے کے ساتھ ساتھ یہ مفہوم معتبر ہے کہ یہ وہ شے (جس کا ضد) ہے، نہیں ہے (یعنی کوئی شے کسی دوسرے کا ضد ہونا دو مفہوموں پر مشتمل ہے: ایک ایجابی کہ یہ چیز یہ ہے اور ایک سلبی کہ یہ وہ ضد نہیں ہے) اور جب یہ مفہوم معتبر ہے تو اگر شے اپنی ذات اور ضد دونوں کو شامل ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ چیز جو یہ چیز نہیں ہے، یہ چیز ہے۔۔۔ اور یہ اجتماعِ نقیضَین ہے جو کہ بدیہی البطلان ہے، اس لئے کہ ایک ہی وقت، ایک ہی مکان وزمان میں، ایک ہی حیثیت سے ایک چیز کی نفی اور اثبات دونوں لازم آتی ہے اور یہ ناممکن ہے، پس یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں اور دونوں چونکہ ایک مقسم کی قسیں یہی ہیں لہٰذا دونوں کے ایک دوسرے سے الگ ہونے کے لئے ممیز اور مابہ الامتیاز (جس سے ایک چیز دوسرے سے جدا ہو) یہ ہے کہ ایک قسم سے بندہ بدون الاستحلال (حلال سمجھنے کے بغیر) کافر نہیں

ہوتا، جبکہ دوسرے قسم کے اعمال کے صرف ارتکاب سے بندہ کافر ہو جاتا ہے اگرچہ اس کو حلال نہیں سمجھتا ہو۔

اسلم: بالکل میرے ذہن نے یہ بات تسلیم کی، لیکن کیا ہمارے سلف علماء کی اس بات پر تصریحات ہیں کہ گناہ کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ اس کے عقیدہ رکھنے اور حلال سمجھنے کے بغیر صرف ارتکاب سے بندہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟

خالد: میرے پیارے بھائی! اس پر تو ہمارے اکابر علماء کی بہت سی کتابوں کے حوالے موجود ہیں اور ہر چیز میں استحلال کا سہارا لینا تو مرجئہ اور جہمیہ کا مذہب ہے، اس بارے میں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی ایک مدلل کتاب موجود ہے، جس کا نام ہے: "اکفار الملحدین والمتأولین فی ضروریات الدین"۔ اسی کتاب میں امام العصر نے اس بات کی خوب تحقیق کی ہے اور اس میں اہل السنت علماء کا اجماع نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

اتفقوا فی بعض الافعال انها کفر مع انه یمکن فیها ان لا ینسلخ من التصدیق لانها افعال الجوارح لا القلب، وذلک کالهزل بلفظ کفر، وان لم یعتقده، وکالسجود لصنم، وکقتل نبی، والاستخفاف به، وبالمصحف، والکعبة، واختلفوا فی وجه الکفر بها بعدا لاتفاق علی التکفیر۔انتهی

ترجمہ: اہل سنت نے بعض افعال کے بارے میں اتفاق کیا ہے کہ وہ کفر ہیں، اگرچہ ممکن ہے ان میں بندہ تصدیق سے نہ نکلے، اس لئے کہ یہ جوارح (اعضائ) کے افعال ہیں نہ کہ دل کے۔ اور وہ جیسے کہ گپ شپ میں لفظِ کفر کہنا، اگرچہ اس کا اعتقاد نہ ہو، اور بت کو سجدہ کرنا، اور جیسا کہ کسی نبی کو قتل کرنا، یا اس کے ساتھ استہزاء کرنا، یا قرآن کے ساتھ استہزاء کرنا، یا کعبہ کے ساتھ، اگرچہ وجہ کفر

میں ان کا اختلاف ہے لیکن ان امور کے مرتکبین کے تکفیر پر ان کا اتفاق ہے۔(اکفار الملحدین، ص: ٦٨)

آپ نہیں دیکھتے کہ فقہاء نے زنار لٹکانے اور صلیب لگانے جیسے افعال کو کفر قرار دیا ہے اگرچہ اس میں اعتقاد نہ بھی ہو۔

اسلم: ٹھیک ہے، میں سمجھ گیا کہ احکامِ شرعیہ میں تبدیلی کرنا کفر ہے اگرچہ کوئی اس کام کو حلال نہ بھی سمجھے، اور جمہوریت چونکہ انسان کو آزادانہ قانون سازی کا حق دیتا ہے جو کہ اللہ کے احکامات کے متبادل دوسرے قوانین وضع کرنے یا ان احکامات میں ترمیم و تبدیل کرنے کا جواز ہے لہٰذ جمہوریت اپنی حقیقت اور ماہیت کے لحاظ سے ایک کافرانہ نظام ہے، البتہ میرا خیال یہ ہے کہ پاکستان میں تو مشرقی اور اسلامی جمہوریت ہے، اس لئے اسے کفری نظام کہنا درست نہ ہوگا۔

خالد: یہ تو مانتے ہو کہ پاکستان میں جمہوریت ہے؟

اسلم: جی ہاں! یہ تو پاکستان کے ہر شخص کو معلوم ہے اور پاکستان کے آئین میں بھی درج ہے اور پاکستان کا نام بھی اس وجہ سے اسلامی جمہوری پاکستان ہے۔

خالد: اب میں ایک سوال پوچھتا ہوں، جمہوریت کی تعریف جو تم نے کی تھی وہ تم کو یاد ہے؟

اسلم: جی ہاں! جمہوریت عوام کی عوام کے اوپر حاکمیت کو کہتے ہیں۔

خالد: یہ تعریف، جمہوریت کا کیا سمجھا جائے گا؟

اسلم: یہ جمہوریت کے لئے ماہیت اور حقیقت سمجھا جائے گا۔

خالد: ماہیت کا مطلب کیا ہے؟

اسلم: ماہیت کا مطلب ہے مابہ الشیء ہو ہو جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جس کے بغیر وہ چیز وہ نہیں ہو سکتی، دیگر تفصیلات یہاں مطلوب نہیں ہیں کہ کسی چیز کا وہ چیز ہونا اور اس کا موجود ہونا الگ الگ چیزیں ہیں یا ایک چیز ہے۔

خالد: یعنی مطلب یہ ہے کہ عوام کو قانون ساز ماننے کے بغیر جمہوریت، جمہوریت نہیں سمجھی جائے گی؟

اسلم: جی ہاں! ایسا ہی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ان کے نزدیک جمہوریت سے مراد یہ نہ ہو اور یہاں پر حاکمیت عوام کے بجائے اللہ تعالٰی کے لئے ثابت ہو جیسا کہ آئین پاکستان میں درج ہے؟ تو یا تو جمہوریت سے مراد وہ نہیں ہے یا تو پھر یہ جمہوریت کی ماہیت نہیں ہے؟

خالد: آپ کا سوال بجا ہے، لیکن ہم نے اس پر جو ماہیت کا اطلاق کیا ہے تو انشاءاللہ اس کو ثابت کریں گے کہ پاکستان میں بھی جمہوریت کا وجود عوام کی حاکمیت کے بغیر نہیں ہے۔ یہ بات ہم بعد میں ثابت کریں گے، لیکن اس سے پہلے میں ایک سوال پوچھتا ہوں کہ اسلامی جمہوریت کا جمہوریت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

اسلم: اسلامی جمہوریت ' جمہوریت کی ایک قسم ہے، یعنی جمہوریت اس کے لئے ایسا ہے جیسا کہ انواع کیلئے جنس یا اصناف کے لئے نوع۔

خالد: وہ کیسے؟

اسلم: اس لئے کہ کسی چیز کی قسم وہ شے مع القید ہوتی ہے، یعنی اس چیز کے ساتھ کوئی قید لگا کر وہ اس چیز کی قسم بنتی ہے۔ یہاں پر بھی جمہوریت کے ساتھ ایک قید لگائی گئی ہے جو کہ اسلامی ہے، تو یہ اسلامی جمہوریت بن گئی۔ پس جمہوریت مع قید اسلامی صرف جمہوریت اور مطلق جمہوریت کی قسم ہے۔

خالد: اب میں یہ پوچھتا ہوں کہ جب اسلامی جمہوریت مطلق جمہوریت کی قسم ہے تو اس میں جمہوریت کی ماہیت (یعنی عوام کی حاکمیت اور عوام کی قانون سازی کا حق) ہو گی یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر یہ جمہوریت نہیں ہے اور اگر ہے تو پھر تو اس میں یہ ماہیت لازماً ہو گی، کیونکہ آپ نے ابھی کہا کہ ماہیت کے بغیر کسی چیز کے افراد کا وجود ممکن نہیں ہے، جس طرح انسان جو حیوان کے انواع میں سے ایک نوع ہے اور حیوانی ماہیت کے بغیر اس کا وجود ناممکن ہے، یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان کا ایک بھی فرد ایسا موجود ہو جس میں حیوانیت نہ ہو، اسی طرح اسلامی جمہوریت جو جمہوریت کا نوع ہے اس کا وجود بغیر ماہیت جمہوری ناممکن ہے، اور جب وہ ماہیت (عوام کی حاکمیت) ادھر موجود ہے تو جمہوریت کیسے اسلامی ہو گی؟ حالانکہ اس نے قانون سازی کا حق انسان کو دے کر ان تمام احکامات میں تبدیلی اور اسکے متبادل دوسرے احکامات بنانے کا جواز دیا جو کہ کفر ہے اور اسلام تو قانون سازی کا حق اللہ کو دیتا ہے یہ دونوں مفہومات ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں اللہ کو مطلق قانون سازی کا حق دینا اور مخلوق کو مطلق قانون سازی کا حق دینا، ان دونوں کے درمیان نسبت تضاد کی نسبت ہے۔ کیا یہ بات آپ تسلیم کرتے ہیں؟

اسلم: ہاں! یہ میرے نزدیک مسلم ہے، لیکن یہ کیوں جمع نہیں ہو سکتے؟

خالد: کیا کسی چیز کی ضد اس چیز کی قسم بن سکتی ہے؟

اسلم: نہیں، اس لئے کہ آپ نے پہلے ذکر کیا کہ کوئی چیز اگر اپنے ضد کی قسم بن جائے تو وہ مقسم اپنی ذات اور ضد کو شامل ہو جائے گی اور یہ بات بدیہی البطلان ہے۔ لیکن اگر ہم اس تعریف کو حد کی بجائے رسم بنائے تو کیسا ہو گا؟

خالد: لیکن رسم بھی ایک مابہ الامتیاز ہے یعنی جمہوریت کی جو تعریف ہے یہ اس کے علاوہ تمام نظاموں یا بعض سے اس کی امتیاز لاتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ یہ اس کے لوازم میں سے شمار ہو گا۔ اب آپ جس راستے سے بھی آتے ہیں (تعریف کو حد بناتے ہو یا رسم) لیکن عوام کو حق قانون سازی دینا کفر ہے اور بصورتِ رسم چونکہ یہ جمہوریت کے لوازمات اور خواص میں سے ہیں، اس لئے انفکاک متصور نہیں ہے اور کفر لازم آتا ہے۔

اسلم: جی ہاں!

خالد: کیا تم کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ جمہوریت اسلام کی ضد ہے اور ان دونوں کے درمیان نسبت تباین ہے؟

اسلم: جی ہاں! یہ بات مجھے معلوم ہو گئی، اس لئے کہ دونوں کے مفہوم الگ الگ ہیں، اسلام کی اساس لا الہ الا اللہ اور ان الحکم الا للہ پر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود اور

قانون ساز نہیں ہے،اور جمہوریت کی بنیاد ان الحکم الا للشعب پر ہے،یعنی قانون سازی کا حق صرف عوام کو حاصل ہے۔

خالد: مجھے اس بات کی وضاحت چاہئے کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ کے ماسوا کوئی قانون ساز نہیں ہے۔

اسلم: اس لئے کہ لا الہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (لائق اور مستحقِ عبادت) نہیں ہے اور عبادت کا ایک اطلاق قانون اور حکم پر بھی آتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

{اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَن لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ}

ترجمہ: اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے،اس نے امر کیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ (یوسف: ۴۰)

عبادت کا ذکر حکم کے بعد یہ فائدہ دیتا ہے کہ یہاں پر عبادت سے مراد حکم اور قانون ہے۔

ہمارے فقہاء میں سے مشہور فقیہ امام سرخسی رحمہ اللہ نے بھی ''مبسوط'' میں حکم کو عبادت فرمایا ہے،وہ لکھتے ہیں: واعلم ان القضاء بالحق من اقوى الفرائض بعد الايمان بالله تعالى واشرف العبادات، لاجله اثبت الله تعالى لآدم عليه السلام اسم الخلافة فقال: {اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیفَۃً}

ترجمہ: جان لو! کہ حق پر فیصلہ کرنا ایمان باللہ کے بعد اہم ترین فرائض اور اشرف عبادات میں سے ہے،اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لئے خلافت کا نام ثابت کیا، حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں''۔(المبسوط للامام السرخسی کتاب ادب القاضی)

اسلم: اکابر علماء کرام نے کبھی لاالہ الااللہ کو اس مفہوم میں استعمال کیا ہے؟

خالد: بالکل یہ معنیٰ اس وقت ہمارے اکابر نے لیا جب انہوں نے پاکستان کا مطلب لاالہ الااللہ قرار دیا اور اس سے ان کی مراد تھی کہ پاکستان میں جو نظام نافذ ہو گا وہ اللہ کا قانون ہو گا، اس لئے کہ یہاں پر دوسرا کوئی معنیٰ نہیں چلتا کیونکہ لاالہ الااللہ سے صرف پاکستان کے زمین کو لینا، یا یہ کہ یہاں صرف لاالہ الااللہ پڑھنے والے رہیں گے یا یہ کہ یہاں مساجد و مدارس ہوں گے یہ سب معانی غلط اور بے محل ہیں، اس لئے کہ پہلے معنی کا تو کوئی مطلب نہیں نکلتا، جبکہ دوسرے کا بطلان تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اس لئے کہ یہاں صرف مسلمان نہیں بلکہ غیر مسلم بھی رہتے ہیں اور تیسرا پھر الگ ملک بنانے کے لئے یہ کافی نہیں، اس لئے کہ مدارس و مساجد تو اُدھر بھی موجود تھے اور کوئی ان کو نماز وغیرہ سے منع کرنے والا نہیں تھا، ایک چیز تھی جو اُدھر نہیں تھی، وہ قانون سازی کا حق اللہ تعالیٰ کو نہیں بلکہ انسانوں کو حاصل تھا، وہاں کا نظام اسلامی نہیں تھا، لہٰذا اسلامی نظام کے لئے ایک الگ ملک بنانے کے لئے یہاں پر لاالہ الااللہ کا نعرہ علماء نے بلند کیا، جبکہ جمہوریت کی بنیاد عوام کی حاکمیت پر ہے، اور عوام مخلوق ہے اور مخلوق تو اللہ کے ماسوا کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ یہ دونوں الگ الگ نظریات ہیں اور ان کے درمیان نسبت تبائن ہے، جبکہ مقسم اور قسم کے درمیان تو نسبت عموم وخصوص مطلق ہوتا ہے۔ ہر خاص ' عام ہوتا ہے اور ہر عام ' خاص نہیں ہوتا، جیسا کہ انسان اور حیوان کے درمیان ہے کہ ہر انسان حیوان ہے اور ہر حیوان انسان نہیں ہے، لیکن اس طرح اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہر اسلامی جمہوریت ہو گی اور ہر جمہوریت اسلامی نہیں ہو گی۔

اسلم: لیکن میرا سوال یہ ہے کہ اگر اسلام کو ہم یہاں مقسم مان لیں تو کیسا ہو گا کہ ایک اسلامی جمہوریت ہو اور ایک اسلامی غیر جمہوریت یعنی خلافت ہو؟

خالد: آپ یہ بات مانتے ہیں کہ جمہوریت اور اسلام کے درمیان نسبت تضاد وتباین ہے؟

اسلم: جی ہاں! وہ تو ثابت شدہ ہے۔

خالد: جس طرح کوئی چیز اپنے ضد کی فصل نہیں بنتی اسی طرح وہ اس کی جنس بھی نہیں بن سکتی، اس لئے کہ یہاں پر ضد میں ضدیت کا مفہوم طرفین میں ہوتا ہے، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جماد یا نبات' حیوان کے لئے فصل بن جائے؟ یا بالعکس وہ حیوان کے لئے جنس بن جائے؟

اسلم: نہیں۔

خالد: کیوں؟

اسلم: اس لئے کہ ضدیت دونوں طرفین سے ہے اور ہر طرف سے جب یہ مان لیا جائے تو یہ اس باطل کے لئے مستلزم ہوتا ہے کہ چیز اپنی ذات اور ضد کو شامل ہو جائے اور باطل کو مستلزم خود باطل ہوتی ہے۔

خالد: تو کیا اب جو یہاں پر جمہوریت کو اسلام کا یا اسلام کو جمہوریت کا قسم بنایا ہے باطل نہیں ہے؟!

اسلم: بالکل باطل ہے، لیکن یہاں پر جو بعض لوگوں نے اس کو جمع کیا ہے اور وہ بولتے ہیں کہ اسلامی جمہوریت ہے؟

خالد: یہ تو الفاظ میں جمع کیا گیا ہے اور اس سے حقائق تبدیل نہیں ہوتے، اگر کوئی یہ کہے کہ اسلامی یہودیت، تو کیا اس سے در حقیقت کوئی اسلامی یہودیت وجود میں آئے گی؟!

اسلم: نہیں! لیکن اب دو متضاد چیزوں کے اجتماع کی صورت میں ہم کیا کریں گے ؟
اس کو اسلامی مان لیں یا کفری یا معتزلہ کی طرح کوئی نئ قسم بنالیں جو نہ اسلامی ہو اور نہ کفری؟

خالد: اب تو آپ کو معلوم ہے کہ جمہوریت حرام اور کفر ہے، اور کفر بُرا اور خسیس ہے۔

اسلم: بالکل یہ مجھ کو مسلم ہے۔

خالد: جب یہ تم کو مسلم ہے تو یہ بتاؤ کہ جب کوئی چیز یا مقدمہ اشرف اور اخس سے
مرکب ہو جائے تو نتیجہ کس چیز کا تابع ہو گا؟ اشرف کا یا اخس کا؟

اسلم: نتیجہ تو ہمیشہ اخس وارذل کا تابع ہوتا ہے، یہ معقولاً اور منقولاً دونوں طرح معلوم
ہے، کیونکہ کنویں میں اگر ایک قطرہ پیشاب کا پڑ جائے تو کنواں پورے کا پورا نجس ہو جاتا ہے، یہاں
پر نتیجہ اخس وارذل (جو کہ پیشاب ہے) کا تابع ہو گیا، اسی طرح اگر اسلام کے ساتھ شرک، یا کفر، یا
اماراتِ کفر کا تھوڑا سا حصہ بھی شریک ہو جائے تو وہ کفر ہی سمجھا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی
قرآن کے چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (٦٦٦٦) آیتوں میں سے چھ ہزار چھ سو پینسٹھ آیتوں کا اقرار کرے
لیکن ایک آیت کا انکار کرے تو یہ بندہ کافر ہی متصور ہو گا، اگرچہ یہاں پر اقرار (جو کہ اشرف ہے)
بہت بڑے پیمانے پر موجود ہے، لیکن صرف انکار (جو کہ اخس وارذل ہے) اگرچہ بہت چھوٹے
پیمانے پر ہے اس کو اقرار کے مقابلے میں معتبر مانا گیا۔

خالد: اب آپ بتائیں کہ "اسلامی جمہوریت" اسلام (جو کہ اشرف ہے) اور
جمہوریت (جو کہ اخس ہے) دونوں سے مرکب ہے ناں؟

اسلم: بالکل! ان دونوں لفظوں سے مرکب ہے۔

خالد: اب نتیجہ کیا ہوگا؟اسلامی سمجھا جائے گا یا جمہوری؟

اسلم: جمہوری ہی سمجھا جائے گا نہ کہ اسلامی۔

خالد: جب جمہوری ہو گیا تو یہ کیا ہوگا؟ کفری یا اسلامی؟

اسلم: یار! کفری ہی شمار ہوگا۔ایک تو اس لئے کہ اس کا مفہوم کفری ہے اور دوسرا اِس لئے کہ جمہوریت' اسلام کے علاوہ ایک دوسری چیز ثابت ہوئی اور اسلام کے علاوہ تو کفر ہی ہے۔ {فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ}۔

ترجمہ: اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا؟(یونس:۳۲)

اسلم: لیکن تھوڑا مجھے بھی سوال کا موقع دے دیں؟

خالد: ٹھیک ہے بھائی! آپ پوچھئے۔

اسلم: ہم نے تو یہ ثابت کیا کہ کوئی چیز اپنی ذات اور ضد کو شامل نہیں ہو سکتی، جبکہ صاحب سُلم تو کہتے ہیں: التصور یتعلق بکل شیء حتیٰ بنفسہ و بنقیضہ۔یعنی تصور ہر چیز کے ساتھ متعلق ہو سکتا ہے حتیٰ کہ اپنی ذات اور نقیض کے ساتھ بھی۔تو اس کا کیا مطلب؟

خالد: میرے پیارے بھائی! یہاں دو جواب ہیں:

۱۔ ہم نے شامل ہونے سے انکار کیا ہے، یعنی کسی چیز پر اپنے ضد کا اطلاق ہونا، اور یہاں پر (صاحبِ سُلم کی عبارت میں) تعلق ہے، یعنی تصور متعلق ہو جاتا ہے اپنی ذات اور نقیض کے ساتھ اور تعلق غیر ہے شمول سے۔

۲۔ تصور وجود ذہنی میں سے ہے، اور ہم وجود خارجی اور نفس الامری سے بات کرتے ہیں اور وجود ذہنی میں بہت کچھ ہو سکتا ہے، جبکہ وجود خارجی میں وہ ناممکن ہوتا ہے، جیسا کہ فرض المحال ایک وجود ذہنی ہے لیکن وجود خارجی اس کا ناممکن ہے۔

اسلم: میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ بات تو سب کے نزدیک مسَلم ہے کہ نتیجہ اخس وارذل کا تابع ہوتا ہے، لیکن ہمارے فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اگر کسی شخص کے قول یا فعل میں ننانوے (۹۹) احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا تو مفتی، فتویٰ اس کے اسلام پر دے گا نہ کہ کفر پر، حالانکہ اخس ہونے کے ساتھ ساتھ احتمالاتِ کفر زیادہ بھی ہیں لیکن پھر بھی یہاں پر نتیجہ اشرف کا تابع کیا گیا؟

خالد: بھائی! یہ جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا احتمال وجود ذہنی ہے اور وجود ذہنی میں بہت کچھ ممکن ہے، لیکن وجود خارجی میں ایسا ممکن نہیں ہے، یہاں پر بات احتمالات کی ہے اور احتمال کوئی وجود خارجی نہیں ہے، بلکہ احتمال وجود ذہنی ہے اور ان میں سے جو خارج میں موجود ہو جائے اس کو احتمال نہیں کہا جاتا، اس لئے کہ احتمال تو شک کی صورت میں ہوتا ہے اور جب اس کا وجود متعین ہو جائے تو پھر تو یقین آگیا اور جب یقین آتا ہے تو شک نہیں رہ سکتا، اس کی جگہ اگر علامات کی طرف آجائیں وہ وجود خارجی رکھتی ہے۔ تو اُدھر اگر ایک بھی کفر کی علامت متحقق ہو جائے تو کافر قرار دیا جائے

گا۔ دیکھو زنار، یا صلیب لٹکانا باوجود اس کے کہ کلمہ پڑھتا ہو نماز، روزہ، حج اور زکوۃ سب چیزوں کو مانتا ہو، فقط ایک علامت کفر کی ہے، جبکہ اس کے بالمقابل کتنے اسلام کی علامات موجود ہیں، لیکن نتیجہ اخس وارذل کے تابع ہونے کی وجہ سے بندہ کافر ہی شمار کیا جائے گا۔ دیکھو! اگر کسی نے ایک بات کی اور اس بات میں ننانوے (۹۹) احتمالات کفر کے ہیں اور ایک احتمال اسلام کا ہے اس وقت تک اس بندے کو کافر نہیں کہا جاتا جب تک کفر کی تعیین نہ ہو، لیکن اگر ان ننانوے (۹۹) میں سے صرف ایک ہی احتمال متعین ہو جائے اور وجود خارجی اس کو ملے جیسا کہ بالیقین معلوم ہو جائے کہ اس بات سے متکلم کی مقصود یہی ہے اور وہ مقصود جو ہے وہ کفری ہے تب اس شخص پر کفر کا فتویٰ ہی لگایا جائے گا، اگرچہ اس ایک احتمال کے تعین سے ایک طرف تو وہ اسلام کا جو ایک احتمال تھا وہ بھی نفی ہو گیا لیکن ساتھ ساتھ وہ کفر کے باقی اٹھانوے (۹۸) احتمالات بھی منفی ہو گئے، لیکن پھر وہ ایک ہی احتمال خارج میں موجود ہونے کے بعد کافی ہو گیا۔

اسلم: اب میرے ذہن میں یہ بات بالکل آئی اور پوری طرح سمجھ گیا، یقینا مانعینِ زکوۃ کے کفر کے لئے باجود ہزاروں اسلام کے علامات ہونے کے بعد صرف ایک علامت کفر سے ان کو مرتد ٹھہرایا گیا۔

خالد: اب آپ کا کیا خیال ہے کہ ملکِ خداداد کا نظام اسلامی ہے یا جمہوری؟

اسلم: ممکن ہے کہ یہ لوگ جمہوری کا لفظ ویسے لغوی معنی (کثرت) میں استعمال کرتے ہوں، جیسا کہ اہل لغت نے استعمال کیا ہے، تو پھر تو دونوں کے جمع ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے؟! فقہ کتابوں میں بھی ہم بارہا پڑھ چکے ہیں کہ یہ جمہور کا مذہب ہے اور اس سے کثرت مراد ہوتا ہے۔

خالد: انصاف کرو بھائی! ایک تو کبھی معانی لغویہ کلام میں مقصود نہیں ہوتے، بلکہ معانی اصطلاحیہ مقصود ہوتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ پاکستان میں جیسا کہ آئندہ انشاءاللہ ہم یہ سب کچھ ثابت کریں گے جمہوریت کے اصطلاحی مفہوم کا پورا مصداق موجود ہے، تو کیسے ہم یہ کہیں کہ ادھر یہ لوگ جمہوریت کو لغوی معنی میں استعمال کرتے ہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ جمہوریت نہ ہو بلکہ اسلامی خلافت ہو تو پھر ایک شرعی اور دینی مفہوم کے لئے ایک اتنا بے دین لفظ استعمال کرنے کا کیا حکم ہوگا؟ حالانکہ شرعی اصطلاحات میں ایسا کرنا کسی صورت جائز نہیں ہے۔ نماز کے لئے ورزش کا لفظ استعمال کرنا ٹھیک ہے کیا؟ اور پھر یہ تو ان کا ایک شعار بن چکا ہے، لہٰذا کفار کے شعارات سے بچنا چاہئے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہاں ایک بے دین اور سیکولر جمہوریت ہے اور اس کو چھپانے کے لئے یہ الفاظ دہرائے جارہے ہیں، اور جیسا کہ ہم نے یہ ذکر کیا کہ اس کی ماہیت کفری ہے، یعنی جمہوریت کی ماہیت کا حکم کفر ہے اور ماہیت کے بغیر وہ جمہوریت ہو نہیں سکتی، اور جب اس کی ماہیت موجود ہو جائے گی تو اس کے ساتھ کفر کا حکم بھی موجود ہوگا۔

اسلم: لیکن بھائی اس کے علاوہ آپ کے پاس کوئی قطعی دلیل ہے کہ پاکستان کی جمہوریت وہی مغربی جمہوریت ہے؟

خالد: بالکل میرے پاس دلائل موجود ہیں، لیکن میں آپ سے چند سوالات کرتا ہوں؟

اسلم: ٹھیک ہے بھائی! میں بالکل تیار ہوں۔

خالد: آپ کو پتہ ہے کہ اسلام کی بنیاد کس چیز پر ہے؟

اسلم: لاالہ الااللہ پر۔

خالد: یعنی اسلام کی نظر میں صرف اللہ کو معبود ماننے سے بندہ مؤمن نہیں ہو سکتا بلکہ ساتھ ساتھ باطل معبودوں سے انکار بھی لازمی ہے۔

اسلم: بالکل اسی طرح ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے، کیونکہ مکہ کے مشرکین تو اللہ کو مانتے تھے لیکن اس کے ساتھ شرکاء کو بھی مانتے تھے، جیسا کہ مسلم میں روایت ہے کہ وہ دورانِ حج تلبیہ اس طرح پڑھتے تھے: "لبیک اللھم لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک والملک، لا شریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک"۔

ترجمہ: میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، حمد آپ کے لئے اور نعمت آپ کی طرف سے ہے، آپ کا کوئی شریک نہیں ہے مگر وہ شریک جو تمہارے لئے ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور جس کا وہ مالک ہے اُس کا بھی تو مالک ہے۔(صحیح مسلم۔ حدیث:۱۱۸۵)

خالد: تمہیں پتہ ہے کہ عبادت کسے کہتے ہیں؟

اسلم: لغوی معنی کے اعتبار سے؟ یا اصطلاحی معنی کے اعتبار سے؟

خالد: میرا مقصد یہ ہے کہ فیصلے اور کسی کا قانون ماننا عبادت ہے یا نہیں ہے؟

اسلم: بالکل عبادت ہے، اس پر تو علامہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ کی عبارت گواہ ہے، وہ فرماتے ہیں: " واعلم ان القضاء بالحق من اقوی الفرائض بعد الایمان باللّٰہ تعالیٰ وہو من اشرف العبادات لاجلہ اثبت اللّٰہ تعالیٰ لآدم علیہ السلام اسم الخلافۃ"۔

ترجمہ: **جان لو! کہ حق پر فیصلہ کرنا ایمان باللہ کے بعد اہم ترین فرائض اور اشرف عبادات میں سے ہے۔ اسی ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لئے خلافت کا نام ثابت کیا۔** (المبسوط للامام السرخسی، کتاب ادب القاضی)

خالد: اب اگر یہ عبادت (قانون سازی اور فیصلے) دوسروں کے لئے ثابت کئے جائیں تو کیا حکم ہو گا؟

اسلم: نعوذ باللہ، یہ تو شرک ہو گا، صرف یہ (قانون سازی اور فیصلے) نہیں بلکہ تمام عبادات۔

خالد: تو پھر جمہوریت کے اس مفہوم کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے قانون سازی کا حق انسان کو ثابت کیا ہے؟

اسلم: وہ ایک مشرکانہ نظام ہو گا۔

خالد: تو کیا شرک و اسلام ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں؟

اسلم: نہیں وہ تو پہلے ثابت ہو گیا کہ کفر ہے۔ لیکن ایک دوسری مثال بھی درکار ہے۔

خالد: مسلم کمرشل بینک کا نام آپ نے سنا ہو گا جو کہ سود نظام پر مبنی ایک بینک ہے؟

اسلم: ہاں! سنا تو ہے۔

خالد: کیا وہاں مسلم اور اسلامی کے لفظ لگانے سے وہ بینک اسلامی بینک بن سکتا ہے؟

اسلم: ہر گز نہیں۔

خالد: تو جس طرح وہاں اسلامی لفظ لگانے سے وہ اسلامی نہیں بن سکتا اسی طرح یہاں بھی اسلامی لفظ لگانے سے جمہوریت اسلامی نہیں بن سکتی۔

اسلم: بالکل! اس لئے کہ ماہیات کے لوازمات کبھی ماہیات کے افراد سے جدا نہیں ہو سکتے، گویا کہ کفر جمہوریت کے لئے لازم اعم ہے اور لازم اعم سے ملزوم اخص کا جدا ہونا ممکن نہیں ہے۔

خالد: ایک دوسرا سوال، تم نے جیسا کہ بتایا کہ دین اسلام کی بنیاد لا الہ الا اللہ پر ہے تو جس طرح دوسرے معبودوں سے اس میں برأت کا اعلان ہے اسی طرح ان کے عابدین، اور انکے طریقۂ عبادت سے بھی انکار ہوگا؟

اسلم: جی ہاں! یہ تو ملتِ ابراہیمی کے اصول میں سے ہے، جب انہوں نے اپنی قوم کے معبودوں سے انکار کیا اور فرمایا: { فَاِنَّہُمْ عَدُوٌّ لِیْ اِلَّا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ}

ترجمہ: پس وہ میرے دشمن ہیں، لیکن اللہ رب العالمین (میرا دوست ہے)۔(الشعراء:۷۷)

برأت صرف ان کے معبودان سے نہیں بلکہ ان سے بھی برأت کا اعلان کیا، فرمایا:

{ اِنَّا بُرَءٰٓ ؤُا مِنْکُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کَفَرْنَا بِکُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃُ وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ}

ترجمہ: ہم تم سے اور ان (بتوں) سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بے تعلق ہیں (اور) تمہارے (معبودوں کے کبھی) قائل نہیں (ہو سکتے) جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کھلم کھلی عداوت اور دشمنی رہے گی۔ (ممتحنہ: ۴)

اور یہ دینِ محمدی ﷺ کا بھی اصل الاصول ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ}۔

ترجمہ: (اے پیغمبر! منکرانِ اسلام سے) کہہ دو کہ اے کافرو! جن (بتوں) کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا۔ اور جس (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے۔ اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں۔ اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے (معلوم ہوتے) ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔ تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر۔

خالد: ابراہیم علیہ السلام نے ایک ان کے عابدین اور معبودین سے برأت کی، دوسرا ان کے عقیدے سے انکار کیا، تیسرا ان سے اعلانِ دشمنی کیا، چوتھا ان سے اعلانِ بغض کیا اور پانچواں اس کی علت یہ بیان کی کہ یہ سب کچھ اس وقت تک ہوگا جب تک ان کا کفر موجود ہو اور اللہ وحدہ پر ایمان نہ لائے۔

اسلم: ٹھیک ہے۔

خالد: اب ایک سوال یہ ہے کہ سیکولر اور کمیونسٹ نظریات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ یہ اسلامی نظریات ہیں یا کفری؟

اسلم: یہ کفری اور بے دین نظریات ہیں، اس لئے کہ سیکولرزم تو اجتماعی اُمور میں دین کو نہیں مانتا اور کمیونزم تو سرے سے دین کا قائل نہیں، البتہ دونوں کسی نہ کسی درجے میں دین کے منکر ہیں، اور اس کے کفر ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

خالد: اب آپ کا کیا خیال ہے کہ کسی نظام کے اسلامی ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہوگی کہ اس میں اس طرح کے نظریات کے لئے گنجائش نہ ہو؟

اسلم: بالکل لاالہ الااللہ کے پہلے جزو یعنی "لاالہ" میں ان سب نظریات کی نفی ہے، اور ایمان باللہ سے پہلے کفر بالطاغوت یعنی اللہ کے ماسوا معبود سے انکار اور کفریہ عقائد و نظریات سے انکار فرض ہے: { فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىَ }۔

ترجمہ: پس جس نے طاغوت (غیر اللہ معبود و مطاع) سے انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو یقیناً اس نے مضبوط رسی کو تھاما۔ (البقرۃ:۱۵۶)

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ تخلیہ مقدم ہے تحلیہ پر، کسی کمرے کو رنگ دینے سے پہلے اس سے گندگی باہر پھینکا جاتا ہے اور منطقی لحاظ سے بھی بات یہی ہے کہ جب تک کوئی شے موجود ہے اس کی ضد کا آنا محال ہے اور دینِ اسلام باقی تمام ادیان کا ضد ہے۔

خالد: اب کیا کسی اسلامی نظام میں یہ گنجائش ہے کہ وہ اس طرح کے نظریات کی تبلیغ وترویج، اشاعت ودعوت کی اجازت دے۔

اسلم: نعوذ باللہ، ہرگز نہیں! اس کی اجازت دینا تو کفر ہے۔

خالد: اب آپ کا کیا خیال ہے پاکستان میں ان نظریات کے رکھنے والی پارٹیاں موجود ہیں یا نہیں؟

اسلم: بالکل اس طرح پارٹیاں تو موجود ہیں جو خود اعتراف بھی کرتے ہیں اور ان نظریات کے لئے دعوت بھی چلاتے ہیں اور وقتاً فوقتاً وہ لوگ اسلامی احکامات اور آئین میں موجود بعض اسلامی دفعات پر اعتراضات بھی کرتے ہیں۔

خالد: کیا ان پارٹیوں پر حکومت کی طرف سے کوئی پابندی ہے؟ اور وہ جلسوں، جلوسوں میں اپنی کمیونسٹ یا سیکولر پارٹی کی طرف دعوت نہیں دیتے اور اس کے لئے جلسے، جلوس اور اجتماعات نہیں کرتے؟

اسلم: ان پر حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں۔ اور وہ جلسے جلوسوں اور اجتماعات منعقد کرنے میں آزاد ہیں۔

خالد: یہ آزادی ان کو کیوں حاصل ہے؟

اسلم: اس لئے کہ جمہوریت میں ایک فکری آزادی ہے، دوسرا یہ کہ اجتماعات بنانے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

خالد: اور یہی وجہ ہے کہ جب مذہبی جماعتیں اقتدار میں آئیں تو اُن کے دورِ حکومت میں بھی یہ لوگ صوبہ سرحد اور دیگر صوبوں میں اپنی سرگرمیوں میں مصروف تھے اور جلسے، جلوس اور اجتماعات کرتے تھے۔

اسلم: آپ ٹھیک کہتے ہیں۔

خالد: اب جس نظام نے ان لوگوں کو کفری نظریات کی دعوت چلانے کی اجازت دی ہے وہ اسلامی ہو سکتا ہے؟

اسلم: کیسے ہوگا اور اسلام کا بنیادی عقیدہ تو اس کی نفی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو اسلامی نظام کے تشخص کی بنیادی علامت ہے' اس کی نفی کرتا ہے، اور جو کوئی اس طرح کام کرتا ہے وہ اگر ذمی ہوتا جس کے لئے دارالاسلام میں امن ہوتا ہے تو یہ اس کی طرف سے عہد شکنی سمجھا جائے گا اور وہ قتل کیا جائے گا، چہ جائیکہ وہ آدمی جو ذمی بھی نہ ہو، بلکہ یہاں پر میں یہ بھی عرض کروں گا کہ قانونی اور عمومی سطح پر کفار سے تو جزیہ ساقط کرنا بھی علماء نے کفر قرار دیا ہے، چہ جائیکہ ان کو مکمل آزادی دی جائے اس حد تک کہ وہ اپنے نظریات کی دعوت بھی چلائے۔

خالد: تو وہ نظام کیسے اسلامی ہوگا جس نے اس قسم کی پارٹیوں کو کھلی چھٹی دی ہو؟

اسلم: اسلامی تو نہیں البتہ مرتد کو قتل نہ کرنا جرم تو ہے لیکن کفر تو نہیں ہوگا میرے خیال میں۔

خالد: آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن ایک اس کو قتل نہیں کرنا ہے اور ایک اس کو قانونی تحفظ فراہم کرنا ہے اور ان کے پارٹیوں کے جلسے، جلوسوں اور کفری نظریات کی دعوت چلانے کو آزادی دینا، اور اس پر پابندی لگانے کو جرم قرار دینا ہے یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، مثال کے طور پر کسی بادشاہ نے اپنی رعیت میں ایک شخص جو مرتد ہو گیا اس کو سزا نہیں دی تو اس کا حکم الگ ہے کہ وہ گنہگار ہے، لیکن ایک حکومت اور نظام میں مستقل قانون یہی ہے کہ ارتداد پر کسی شخص کو قتل نہیں کیا

جائے گا، اس کا الگ حکم ہے۔ جبکہ یہاں پر جمہوریت کی بنیادی حقوق ''ہیومن رائٹس'' تو اس سزا کو جرم قرار دیتی ہے، کیا بھائی کسی شرعی حکم کو جرم کہنا اور لا قانونیت کہنا اسلام ہے؟

اسلم: نعوذ باللہ، یہ تو بد ترین کفر ہو گا۔

خالد: تو اب آپ کا کیا خیال ہے کہ پاکستان کی اسلامی جمہوریت اور مشرقی جمہوریت جس نے اس طرح کی آزادی دی ہے اور وہ لوگ جب اپنی انتخابی کمپائن چلاتے ہیں تو صاف اپنے باطل عقیدے کی دعوت چلاتے ہیں، اور ان میں سے بعض تو صاف کہتے ہیں کہ ہم نتائج کی پرواہ کئے بغیر پاکستان کو ایک سیکولر اور لبرل ملک بنائیں گے، جیسا کہ متحدہ قومی مومنٹ کے فاروق ستار کا بیان ہے (جو کہ نیٹ پر موجود ہے اور القاعدہ کے نشر و اشاعت کے ادارے السحاب نے ایک ویڈیو کلپ جو جمہوریت اور شریعت کے عنوان سے ہے میں بھی پیش کیا ہے) ان لوگوں کو جمہوریت نے مکمل آزادی دی ہے اور اسی طرح اسفند یار (جو کہ عوامی نیشنل پارٹی کا مرکزی لیڈر رہے) نے انڈیا کے دورے کے دوران یہ اقرار کیا کہ وہ ایک سیکولر آدمی ہے، اور عمران خان (تحریکِ انصاف کے لیڈر) نے خود کہا کہ میں لبرل آدمی ہوں، ان لوگوں کو یہ آزادی پاکستانی جمہوریت نے دی ہے یا برطانیہ کی جمہوریت نے؟

اسلم: نہیں، بلکہ پاکستانی جمہوریت نے دی ہے، اس لئے کہ یہاں پاکستان میں کسی دوسرے ملک کا قانون تو نہیں چل سکتا۔

خالد: تو پھر کیا پاکستانی جمہوریت اسلامی رہ گئی؟

اسلم: نہیں بھائی! کیسے اسلامی ہو گی۔

خالد: اب میں آپ سے ایک دوسرے سوال پوچھتا ہوں کہ جب صوبہ سرحد (خیبر پختونخواہ) میں مذہبی لوگوں کی حکومت تھی تو انہوں نے کیوں صوبہ سرحد میں سیکولر پارٹیوں کے جلسوں اور جلوسوں اور اجتماعات پر پابندی نہیں لگائی اور اُن کو کالعدم قرار نہیں دیا؟

اسلم: وہ مجبور تھے۔

خالد: کیا مجبوری تھی؟

اسلم: اس نظام سے مجبور تھے جس نے سب کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنے عقیدے اور نظریئے کی دعوت چلائے۔

خالد: یعنی پاکستانی نظام سے مجبور تھے؟

اسلم: جی ہاں! اس لئے کہ یہاں تو کسی دوسرے ملک کا نظام نہیں ہے۔

خالد: پھر تو پاکستانی جمہوریت اس باطل کی طرف دعوت چلانے کا جواز فراہم کر رہی ہے اور بالجبر لوگوں کو اس پر مجبور کر رہی ہے کہ وہ مسلمان ہونے کے باوجود بھی کفر کے دعوت چلانے والوں پر آنکھیں بند کریں اور ان کے خلاف کسی قسم کی کاروائی لاقانونیت ہو گی، تو پھر یہ کیسے اسلامی نظام ہو، احالانکہ اسلام کی بنیاد لاالہ الااللہ پر ہے جو ہر قسم کے باطل کو رد کرتا ہے، اور یہاں تو ان کو ایسا جواز فراہم کیا ہے کہ جب ان پر پابندی لگائی جاتی ہے تو وہ اسی قانون اور آئین کی کسی شق سے دلیل پکڑ کر کسی بھی پاکستانی عدالت میں آپ کو چیلنج کر سکتے ہیں، تو کیا یہ پاکستانی نظام کی کارستانیاں نہیں؟

اسلم: یہ تو ٹھیک ہے، لیکن پاکستانی جمہوریت کی بنیاد تو آئینِ پاکستان پر ہے اور اس میں درج ہے کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے؟

خالد: کیا تم قراردادِ مقاصد کی بات کرتے ہو؟

اسلم: جی ہاں!

خالد: قراردادِ مقاصد کی بنیاد کس چیز پر ہے؟

اسلم: قراردادِ مقاصد پیش کرتے وقت ان کی دلیل یہ تھی کہ پاکستان اسلامی جمہوریہ ملک ہے اور پاکستان لاالہ الااللہ کے بنیاد پر بنایا گیا تھا۔

خالد: جمہوریت کے بارے میں عرض ہو چکا کہ وہ اسلامی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

اسلم: جی ہاں جب جمہوریت کا لفظ آجائے تو اسلامی لفظ باطل ہو جاتا ہے اور جب اسلامی ختم ہو گیا تو لا محالہ کفری آئے گا، تاکہ ارتفاع نقیضین لازم نہ آجائے۔

خالد: اب ایک تو تمہیں یہ معلوم ہوا کہ خود قراردادِ مقاصد کی بنیاد جمہوریت پر ہے، تو خود قراردادِ مقاصد اسلامی نہیں، اور جب قراردادِ مقاصد اسلامی نہیں تو اسکی وجہ سے آئین کیسے اسلامی بنے گا، جبکہ موصوف بالعرض کا صفت موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر زمین کی روشنی سورج سے حاصل شدہ (مکتسب) ہے، یعنی زمین بالعرض روشنی سے موصوف ہوتا ہے اور سورج بالذات روشنی سے متصف ہے چنانچہ زمین کی روشنی سورج سے مکتسب ہے، اگر آفتاب میں روشنی ختم ہو جائے تو زمین آفتاب سے منور نہیں ہو سکتی۔ اب آئینِ پاکستان کی اسلامیت قراردادِ

مقاصد سے مکتسب ہو گا، لیکن خود قرار دادِ مقاصد اسلامی نہیں (چونکہ اس کی بنیاد جمہوریت پر ہے)
تو وہ آئین کو کیسے اسلامی بنائے گی، اس لئے کہ اثبات الشیء للغیر فرع ہے ثبوت الشیء فی نفسہ کا۔

اسلم: بالکل ٹھیک ہے۔

خالد: اور خود یہ بات کہ "حاکمیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے" آئین کا حصہ بننے کے
لئے معیار بذاتِ خود یہ جملہ نہیں ہے اور نہ قرآن کی کوئی آیت ہے، بلکہ قرآن و سنت کے بعد اس کے
لئے معیار اکثریت ہے، یعنی قرار دادِ مقاصد جو اس بات پر مشتمل ہے تب آئین کا حصہ بن گئی ہے جب
اکثریت نے اس کو پاس کیا، اسی طرح دفعہ ۲۲۷ کا حال ہے، یعنی وہ بھی اکثریت کے پاس کرنے کی
بنیاد پر آئین کا حصہ مانا گیا ہے۔ تو اس کی بنیاد کھوکھلی ہے، جبکہ قرآن کریم رسول کی اطاعت کو صرف
اس لئے واجب قرار دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا امر ہے، چاہے اکثریت مانے یا نہ مانے {وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلاَّ لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّهِ} (النساء:۶۴) لِيُطَاعَ بِالْاَكْثَرِيَّةِ نہیں ہے بلکہ لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّهِ ہے۔

اب میں ایک دوسرا سوال تم سے پوچھتا ہوں، وہ یہ کہ قرار دادِ مقاصد میں موجود حاکمیت
اعلیٰ کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کی حیثیت میرے خیال میں ایک شخص کے لا الہ الا اللہ پڑھنے
سے زیادہ نہیں ہے؟

اسلم: بالکل اس کی حیثیت ایسی ہے جیسا کہ کوئی لا الہ الا اللہ پڑھے، تو وہ شخص مسلمان
سمجھا جائے گا، کیونکہ اس نے معبودیت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کیا جس میں حاکمیت بھی آتی
ہے۔

خالد: اب اگر کسی شخص سے لاالہ الااللہ پڑھنے اور اس کے اقرار کرنے کے باوجود
آمارات تکذیب یاعلامات کفر یا باصطلاحِ محدثین مکفرات میں سے کوئی عمل صادر ہو جائے تو کیا ایسا
شخص فقط لاالہ الااللہ پڑھنے کی وجہ سے مسلمان سمجھا جائے گا؟

اسلم: ایسا شخص تو مرجئہ کے نزدیک مسلمان ہوگا، لیکن اہل السنت والجماعت کے
مطابق وہ مسلمان نہیں سمجھا جائیگا، بلکہ وہ کافر ہی ہوگا۔

خالد: ہم کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں؟

اسلم: ہم تو اہل السنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں، اور اللہ کی پناہ مانگتے ہیں مرجئہ اور
خوارج کے باطل عقائد سے۔

خالد: اب میں سوال کرتا ہوں کہ اگر آئینِ پاکستان میں باوجود اس کے کہ حاکمیت اعلیٰ کو
اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کیا گیا ہے اگر اس میں ایسے علامات (اماراتِ کفر) پائی جائیں تو کیا حکم ہوگا؟

اسلم: وہ تو لا محالہ کفر ہوگا، اس لئے کہ کسی شخص میں تو عام گناہوں (جو امارات کفر نہیں
ہیں) کا موجود ہونا باعث کفر نہیں ہوتا، بلکہ صرف ان گناہوں کا موجود ہونا کفر ہوتا ہے جو امارات
تکذیب ہوں، جبکہ آئین تو مُحلّل اور محرّم (جائز اور ناجائز کرنے والا) ہوتا ہے اور اس صورت میں
اگر وہ ایک عام گناہ کی بھی اجازت دیدے جو اماراتِ کفر میں سے نہ ہو تو بھی وہ کفر سمجھا جائے گا،
کیونکہ تحلیل الحرام اور تحریم الحلال تو کفر ہی ہے، چاہے وہ پہلی قسم کے گناہوں سے تعلق رکھتا ہو
یا دوسری قسم کے، یعنی شخص میں کسی گناہ کا موجود ہونا اور قانونچہ اور آئین میں اس کا موجود ہونا الگ
الگ بات ہے اور کسی عام گناہ کا جو مکفر نہ ہو آئین اور قانونچہ کے اندر اس کا موجود ہونا اس کی فسق کی

دلیل نہیں بلکہ اس کی کفر کی دلیل ہے، جبکہ شخص میں غیر مکفر گناہ کا موجود ہونا اس کی فسق کی دلیل تو ہو سکتی ہے اہل سنت کے نزدیک، کفر کی نہیں ہوتی۔ اس میں فرق کرنا بہت ضروری ہے۔ مجموع الفتاویٰ میں ہے وَالانسانُ متیٰ حلَّل الحرامَ المُجمَعَ علیہِ او حرَّم الحلالَ المُجمَعَ علیہِ کان کافرَاَ مَّرتدًّا بِاتفاقِ الفُقہاء

ترجمہ: اور انسان جب اجماعی حرام کو حلال کرے یا اجماعی حلام کو حرام کرے تو وہ باتفاقِ فقہاء کافر و مرتد ہو گا۔ (ج۳ص۲٦۷)

اور تحلیل و تحریم کا معنیٰ جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں بیان کیا ہے کہ حکومت میں کوئی قانون نافذ کیا جائے کہ فلان چیز پر موٴاخذہ ہو گا اور فلان چیز پر نہیں ہو گا۔

خالد: ماشاءاللہ! آپ نے بالکل صحیح تحقیق کی، اور اب اگر اس دفعہ (یعنی حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے) کا کوئی مناقض دفعہ اس قانون میں پایا جائے تو پھر کیا حکم ہو گا؟

اسلم: پھر تو یہ دفعہ 'آئین کو کبھی بھی اسلامی نہیں بنا سکے گا۔

خالد: اب آتے ہیں اس دفعہ کی طرف جو آرٹیکل ۴ میں درج ہے کہ جرم و سزا کی تعیین ملک میں صرف اور صرف رائج قانون کرے گا، یعنی جرم کا تعیین بھی ان کے ہاتھ میں ہے اور سزا کا تعیین بھی اُن کے ہاتھ میں ہے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کو حاکم اعلیٰ اور حاکم مطلق مانتے ہیں تو کیا یہ لازم نہیں کہ جرم و سزا کی تعیین اس کے لئے چھوڑ دی جائے۔ حالانکہ قاعدہ یہ ہے: لا جریمۃ ولا عقوبۃ الا بنص۔

ترجمہ: نص کے بغیر نہ کوئی جرم ہے اور نہ کوئی سزا۔(الفقہ الاسلامی لوہبۃ الزحیلی ۴؍ ۶۳۸) یعنی جرم وسزا کا تعیین نص (قرآن وسنت) ہی کرے گا۔

اور پھر اس کی روشنی میں یہ دو قاعدے فقہاء نے متفرع کئے ہیں " لا حكم لافعال العقلاء قبل ورود النص"۔

ترجمہ: نص کے آنے سے پہلے عقلاء کے افعال کی کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔(الفقہ الاسلامی لوہبۃ الزحیلی ۴؍ ۶۳۸)

اور" الاصل فی الاشیاء الاباحۃ"۔

ترجمہ: اشیاء میں اصل اباحت ہے۔(الفقہ الاسلامی لوہبۃ الزحیلی ۴؍ ۶۳۸)

گویا کہ ان کے نزدیک بھی یہ قوانین نصوص کی طرح ہیں۔پس جس طرح جرم وسزا کی تعیین نص پر موقوف ہے اسی طرح ان کے نزدیک ملک میں رائج قانون پر موقوف ہے اور اسی طرح جس جرم کا ارتکاب اس کے قانون بننے سے پہلے ہو جائے تو اگرچہ اس کی سزا شریعت میں موجود ہو لیکن وہ لا حكم لافعال العقلاء قبل ورود النص کے مقابلے میں بلا حکم سمجھا جاتا ہے اور اس پر کوئی سزا نہیں ہے۔یعنی انہوں نے اپنے قوانین کو نص کا درجہ دے کر جرائم وعقابات کے تعیین کا مکمل طور پر انحصار اس پر کیا ہے۔

اسلم: جی ہاں ! لیکن اگرملک میں رائج قانون اسلامی ہو توبس اس کے جرم کا تعیین کرنا یعنی کسی چیز کو جرم قرار دینااور سزا کا تعیین کرنا یعنی کہ اس جرم کیلئے اتنی سزا مقرر ہے اللہ کی تعیین ہے۔ تو یہ تو پھر اللہ جل جلالہ کے لئے چھوڑی گئی ؟

خالد: بالکل ! لیکن اگراس پر دلیل دی جائے کہ اس طرح نہیں ہے تو پھر ؟

اسلم: تو پھر اسلامی نہیں سمجھا جائے گا۔

خالد: اب مثال کے طور پر کمیونسٹ، سوشلسٹ اور نیشنلسٹ پارٹیاں جن نظریات کو پھیلاتی ہے یہ جرم ہے کہ نہیں ہے ؟

اسلم: بالکل یہ تو کفر، شرک اور الحاد ہے، {إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ} بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ (لقمان: ۱۳)

خالد: لیکن ان کے اس عمل کو جرم قرار دیا ہے ملک کے رائج قانون نے ؟

اسلم: نہیں ! اس لئے کہ اگراس عمل کو جرم قرار دیا ہوتا تواس کے لئے سزا مقرر ہونی چاہیئے تھی، بلکہ ان کو کھلی اجازت دی گئی ہے اور اس پر پابندی لگانا ہی آئین اور جمہوریت کی رو سے لاقانونیت شمار کیا جائے گا۔

خالد: جب اس عظیم جرم کو جرم قرار نہیں دیا تو کیا پتہ چلا کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالی کی ہے ؟ حالانکہ اللہ تعالی کے نزدیک یہ عظیم ترین جرم ہے۔

اسلم: نہیں! بس پتہ چلا کہ یہ قول اس قول کا مناقض ہے اور وہ دفعہ اس دفعے سے منسوخ کیا گیا ہے۔

خالد: ایک اور سوال ہے، سنیما چلانا کیسا ہے؟

اسلم: نعوذ باللہ جرم ہے۔

خالد: لیکن حکومت نے اس کو جرم قرار دیا ہے؟

اسلم: نہیں، بلکہ خطرے کے وقت قانون نافذ کرنے والے ادارے سنیماؤں پر ڈیوٹی بھی دیتے ہیں، تاکہ کوئی نقصان نہ پہنچائے اور سینسر قوانین کی رو سے اس کی اجازت بھی ہے۔

خالد: تو پھر؟

اسلم: تو پھر یہ ہے کہ یہ ملک میں رائج قانون نے جرم قرار نہیں دیا ہے، اگرچہ اللہ کے نزدیک یہ ایک عظیم جرم ہے: { إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِيْ الَّذِيْنَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِيْ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ}اور جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی (یعنی تہمت کی خبر، بدکاری) پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (النور: ۱۹)

خالد: جہاد کرنا کیسا ہے؟

اسلم: جائز ہے، بلکہ کفار کے خلاف لڑنا ایک شرعی فریضہ ہے: {کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ وَہُوَ کُرۡہٌ لَّکُمۡ} (مسلمانو) تم پر (اللہ کے رستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے وہ تمہیں ناگوار تو ہوگا۔(البقرۃ: ۲۱۶)

اور اللہ تعالی فرماتے ہیں: { قَاتِلُوا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُونَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالۡیَوۡمِ الۡآخِرِ وَلَا یُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُولُہُ وَلَا یَدِیۡنُونَ دِیۡنَ الۡحَقِّ مِنَ الَّذِیۡنَ أُوتُوا الۡکِتَابَ }الآیۃ ان لوگوں کے خلاف لڑو جو لوگ اہلِ کتاب میں سے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں۔(التوبہ: ۲۹)

خالد: ابھی جہاد کو انہوں نے کیا قرار دیا ہے؟

اسلم: جرم قرار دیا ہے، اس لئے تو مجاہدین کو جیلوں میں بند کرتے ہیں۔

خالد: تو کیا یہ انہوں نے فریضہ کو جرم قرار نہیں دیا؟

اسلم: لیکن وہ پاکستان میں جہاد کو اس حیثیت سے جرم قرار نہیں دیتے کہ یہ ایک فریضہ ہے بلکہ اس لئے جرم قرار دیتے ہیں کہ تم ان کے خلاف لڑتے ہو؟

خالد: نہیں بھائی! میں آج کل کی بات نہیں کر رہا ہوں، یہ جنگ تو تب شروع ہوئی جب انہوں نے خود طالبان کے خلاف جنگ شروع کی تھی یعنی ۲۰۰۱ کے بعد جب انہوں نے مختلف آپریشن شروع کئے اور امریکیوں کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کو انہوں نے گرفتار کیا اور ان کو امریکہ

کے حوالے کیا، عبدالسلام ضعیف، استاذ یاسر، ملا عبید اللہ، ابوالفراج، احمد خلفان وغیرہ کو جب انہوں نے گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کیا، ان کا جرم صرف جہاد تھا یا کچھ اور بھی؟ ان لوگوں نے تو پاکستان میں کاروائیاں نہیں کی تھیں۔

اسلم: بالکل بھائی! ان کا تو کوئی دوسرا جرم نہیں تھا۔

خالد: اب اس جرم (جہاد کی) وجہ سے مجاہدین کو گرفتار کرنا اور امریکہ کے حوالہ کرنا قانوناً جرم قرار دیا جاتا ہے کہ وہ اس کے بارے میں عدالت میں بلائے جائیں اور ان کو سزا دی جائے؟

اسلم: آپ کی بات ٹھیک ہے، لیکن پرویز مشرف کو تو انہوں نے آج کل گرفتار کیا ہے۔

خالد: لیکن وہ تو اس کی وجہ سے نہیں ہے۔

اسلم: لیکن ایک وجہ تو وہ قبائل میں ڈرون حملوں کی اجازت بتاتے ہیں۔

خالد: بھائی! وہ تو الگ بات ہے وہ تو ملکی خودمختاری پامال کرنے کی وجہ سے، اس لئے نہیں کہ اس نے مسلمانوں اور مجاہدین کے خلاف کیوں اجازت دی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ امریکی ڈرون کے بارے میں تو وہ بلایا جاتا ہے عدالت میں لیکن اس نے جو خود قبائل میں آپریشنوں کا آغاز کیا ہے اس میں اس کو مجرم قرار نہیں دیا گیا، بلکہ اسی پالیسی پر تو آج کل بھی حکومت عمل کرتی ہے۔

اسلم: ابھی مان لیا اور دل مطمئن ہو گیا، کہ انہوں نے ان آپریشنوں کو جرم قرار نہیں دیا۔

خالد: کس نے جرم قرار نہیں دیا؟

اسلم: ملک میں رائج قانون نے۔

خالد: تو کیا پتہ چلا کہ ملک میں رائج قانون اسلامی ہے؟! اور حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے؟!

اسلم: نہیں بھائی! اللہ معاف فرمائے، میں غلطی پر تھا۔ یہ تو بہت بڑا جرم ہے، کیونکہ یہاں پر تو انہوں نے مجاہدین کو جہاد کی وجہ سے قتل کیا اور یہ تو کسی کو دین کی وجہ سے قتل کرنا ہے جو کہ کفر ہے۔ شرح العقائد میں تفتازانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قاتِلُ المؤمنِ لکونہ مؤمناً لا یکون الا کا فراَ۔

ترجمہ: مؤمن کو مؤمن ہونے کی وجہ سے قتل کرنے والا کافر ہی ہے۔

اور مجموع الفتاویٰ میں ہے : " اما اذا قتلہ علی دین الاسلام مثل ما یقاتل النصرانی المسلمین علی دینہ، فھذا شر من الکافر المعاہد، فان ہذا کافر محارب بمنزلۃ الکفار الذین یقاتلون النبی واصحابہ، وہؤلاء ہم مخلدون فی جہنم کتخلیدغیرہم من الکفار"۔

ترجمہ: جب وہ اس کو دین اسلام پر قتل کرے جیسا کہ عیسائی مسلمان کو اس کے دین پر قتل کرتے ہیں تو یہ معاہد کافر سے بد ترین کافر ہے، پس یہ حربی کافر ہے ان کفار کی طرح جنھوں نے پیغمبر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے جنگ کیا ہے اور یہ لوگ جہنم میں ہمیشہ ہوں گے جیسے کہ ان کے علاوہ کفار ہمیشہ ہوں گے۔ (ج: ۳۴، ص: ۱۳۷)

اسلم: لیکن ان لوگوں نے روس کے خلاف افغانستان میں مجاہدین کی مدد کی تھی؟

خالد: آپ افغان جہاد کی بات کرتے ہیں؟ بھائی جان! روس کے خلاف جہاد کرنے والوں کی مدد صرف دنیاوی مفادات کے تحت تھی، وہ تو امریکہ نے بھی کی تھی، کیا امریکی حکومت اس مدد کی وجہ سے مسلمان ہو جائے گی؟

ایک اور تماشہ دیکھو! اُس وقت بعض پارٹیاں (جیسے نیشنل پارٹی وغیرہ) اس جہاد کے خلاف تھیں وہ لوگ آج کے جہاد کو جرم قرار دیکر اپنی دُور اندیشی کو ثابت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم نے تو اس وقت کہا تھا کہ یہ جہاد نہیں فساد ہے۔ اب روس کے خلاف جہاد کو جرم و فساد کہنے والوں کے خلاف کوئی بھی یہ مقدمہ نہیں چلا سکتا (کہ یہ لوگ اس جہاد کو جو اجماعی جہاد تھا جرم قرار دیتے ہیں اور جہاد تو جرم نہیں بلکہ فریضہ ہے۔ اب یا یہ لوگ اس عمل سے منع ہو جائیں اور اپنا یہ بکواس بند کریں یا ان کو ارتداداً قتل کیا جائے) کیونکہ کسی کے پاس قانون میں کوئی ایسی شق نہیں ہے کہ اس کا سہارا لیا جائے اور ان کو اس شق کے تحت مجرم قرار دیا جائے، بلکہ قانون تو جمہوری ہے اور اس میں رائے اور اظہارِ خیال کی آزادی ہے، چاہے کوئی کسی عمل کو جرم قرار دے اور چاہے کوئی غیر جرم اور اس کو مباح قرار دے، اس لئے کہ جمہوریت میں مذہبی سوسائٹی نہیں بلکہ سول سوسائٹی ہے اور سول سوسائٹی کی خصوصیت یہی ہے کہ خیر و شر اور حلال و حرام اور شرعی احکامات کے تفسیر کے لئے ان کے ہاں صرف عقلِ انسانی معیار ہے۔

اسی طرح آج کل اگر یہ لوگ پاکستان میں لڑنے والے مجاہدین پر ردّ کرتے ہیں تو ان میں سے بے لاگ بات کرنے والے کہتے ہیں کہ ان میں ایک نمبر اور دو نمبر نہیں ہے، بلکہ سب شر پسند ہیں اور سب کے خلاف آپریشن کرنا چاہئے۔ یہ تو ٹھیک ہے اگر کوئی پاکستانی مجاہدین کے بارے میں اس بات (سب شر پسند) کو جرم قرار نہیں دیتا، اس لئے کہ وہ ان کے خلاف لڑتے ہیں تو افغانی

طالبان کے بارے میں اور القاعدہ کے بارے میں تو یہ بات (کہ ان کا جہاد فساد ہے) جرم قرار دیا جائے اور اس میں ان کے خلاف مقدمہ چلایا جائے، اگر حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، اس لئے کہ وہ تو امریکہ کے خلاف لڑتے ہیں تو اس طرح کی بکواس تو اللہ کی قانون کی رو سے کفر ہے جو سب کے نزدیک مسلم ہے، لیکن حاکمیت اعلیٰ ان کے نزدیک ایک بے ضرر عہدہ ہے جو نہ کسی کو فائدہ دیتا ہے اور نہ نقصان۔۔۔۔۔۔۔۔۔!!!!

خالد: اب امریکیوں کو اسلامی امارت کے خلاف اڈے دینا کیا جرم نہیں ہے؟

اسلم: بالکل ہے۔

خالد: لیکن اس پر پرویز مشرف کو کیوں مجرم نہیں ٹھہراتے؟

اسلم: اس لئے کہ ملک میں رائج قانون اس عمل کو جرم نہیں کہتا ہے، بلکہ یہ سب کچھ تو بین الاقوامی قوانین کے مطابق ہوا، اس لئے کہ یہ جنگ اقوامِ متحدہ اور سلامتی کونسل کے حکم پر ہوئی، اور اقوام متحدہ کی منشور میں یہ بات درج ہے کہ مفادِ عامہ کے لئے اسلحہ اٹھاتے وقت اقوامِ متحدہ میں موجود تمام ممالک متحد ہوں گے اور ہر ایک اپنی استطاعت کے مطابق مدد کرے گا، پاکستان کے بس میں اڈے فراہم کرنا تھا اس نے اپنا حصہ ڈالا۔

خالد: تو کیا اللہ تعالیٰ (جو پوری دنیا کا حاکم اعلیٰ ہے) اس کے نزدیک بھی یہ جرم نہیں؟

اسلم: سبحان اللہ! کیوں نہیں ہے، بلکہ ہمارے فقہائ، خصوصاً شیخ المشائخ علامہ حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے تواس عمل کے بارے میں اجماع امت نقل کیاہے کہ یہ ایک بد ترین کفر ہے۔ (ارشادات مدنی، ص: ۲۲۱،۲۲۲)

خالد: تواب آپ کو کیاپتہ چلا کہ جرم وسزاکا تعیین ملک میں رائج قانون کرے گااس سے کیااللہ کا قانون مراد ہے؟

اسلم: نہیں، یہ تواللہ پر جھوٹ باندھنا ہے: {وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللّٰہِ کَذِباً} (الانعام: ۲۱)

خالد: اوراسی طرح جب آج کل پاکستانی عوام نے نیٹو سپلائی کے راستے کو بند کیاتوپشاور کے چیف جسٹس نے راستہ کھولنے کاآرڈراسی طرح جاری کیاکہ راستہ کھولا جائے، کیونکہ یہ آئین کے خلاف ہے۔اب جس آئین کے مطابق مسلمانوں کے خلاف کفار کی یہ مدد کی جارہی ہے کیاوہ اسلامی آئین ہے؟

اسلم: جی نہیں! بلکہ یہ توانہوں نے باقاعدہ کفر کی اجازت دی ہے۔

خالد: اب میں آتاہوں کہ پاکستان میں شراب کی فیکٹری موجود ہے کہ نہیں؟

اسلم: بالکل موجود ہے، مری میں سب سے بڑی فیکٹری ہے اور میں نے نیٹ پران کے اشتہارات بھی پڑھے ہیں۔

خالد: کیاحکومت کو پتہ نہیں ہے؟

اسلم: پتہ کیوں نہیں ہے، لیکن حکومت میں بیٹھے لوگ تو خود عیاش و فحاش ہیں۔

خالد: نہیں بھائی! حکومت میں مذہبی لوگ بھی بعض دفعہ آئے ہیں، انہوں نے کیوں پابندی نہیں لگائی؟ اور کیوں مطالبہ نہیں کیا؟ اور ان لوگوں کے خلاف کسی نے کیوں عدالت میں کیس دائر نہیں کیا؟ اور ان کو کیوں نہیں بلایا؟

اسلم: اس لئے کہ حکومت کی طرف سے ان کی فیکٹری رجسٹرڈ ہے، اس وجہ سے کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔

خالد: اب کیا قانون نے ان کو اجازت نہیں دی؟!

اسلم: بالکل قانون نے ان کو ایک ایسے کام کی اجازت دی جو شرعاً حرام ہے۔

خالد: اب پہلے کی طرح کیا یہ اجازت اللہ کی طرف سے دی گئی ہے؟

اسلم: نعوذ باللہ! اللہ کے ہاں تو یہ ایک جرمِ عظیم ہے۔

خالد: تو کیا قانونی سطح پر انہوں نے اس کا جرم ہونا ختم نہیں کیا؟

اسلم: جی ہاں۔

خالد: تو کیا یہ جھوٹ نہیں بولتے کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے؟

اسلم: جی ہاں! یہ بالکل جھوٹے ہیں۔

خالد: بس یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ (یہ آرٹیکل کہ جرم وسزا کی تعیین ملک میں رائج قانون کرے گا) اس آرٹیکل کہ (حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالی کو حاصل ہے) کو چیلنج کرنے والا ہے اور پھر ترجیح بھی اس کو دی گئی ہے، بس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بغاوت کر کے بعض جرموں کو غیر جرم قرار دیا اور بعض غیر جرم کو جرم قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک کفری قانون ہے۔

اسلم: واہ بھائی! اللہ اکبر! اللہ اکبر! اللہ اکبر! یہ کیا ہے؟! میں تو حیران ہو گیا۔

خالد: اور آگے جا کر میں وہی سوال ایک دوسرے انداز میں کرنا چاہتا ہوں، بھائی! پاکستان میں سیاسی پارٹیاں کتنی اقسام کی ہیں؟

اسلم: میرے خیال میں دو قسم کی ہیں: ایک دائیں بازو (ہاتھ) کی پارٹیاں جو کہ مذہبی پارٹیاں ہیں اور دوسری قسم کی پارٹیاں بائیں بازو (ہاتھ) کی ہیں جو کہ سیکولر جمہوری، کمیونسٹ، سوشلسٹ اور قوم پرست جماعتیں ہیں۔

خالد: اب بھائی یہ دائیں بائیں کس چیز کی ہے؟ اسلام کے دائیں بائیں ہیں یا جمہوریت کے؟ اگر اسلام کے دائیں بائیں ہیں تو ایک تو یہ کہ اسلام میں تو دائیں بائیں کا کوئی تصور نہیں، بلکہ اسلام تو ایک ہی راستہ ہے، اور اس کے دائیں بائیں دونوں کفر والحاد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: {وَأَنَّ هَـذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ}

ترجمہ: اور (اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے کہ) یہ میری سیدھی راہ ہے، سو اس پر چلو، اور دیگر راستوں پر مت چلو کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ (الانعام: ۱۵۳)

اس سے معلوم ہوا کہ ایک صراط مستقیم راستہ ہے، نہ دائیں کوئی راستہ ہے اور نہ بائیں، اس پر جانا ہوگا اور اگر کوئی اس پر نہ ہو تو پھر سب راستے جہنم کو جاتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے: "خط لنا رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خطا فقال: ہذا سبیل اللّٰہ۔ ثم خط خطوطا عن یمینہ وعن شمالہ، ثم قال: ہذہ سبل، وعلی کل سبیل منہا شیطان یدعوا الیہا۔ ثم تلا {وَأَنَّ ہَـذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیْماً} الی آخر الآیۃ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا پھر فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔ پھر اس کے دائیں اور بائیں طرف خطوط کھینچے، پھر فرمایا: یہ راستے ہیں، اور ان میں سے ہر راستے پر شیطان ہے، جو اس کی طرف دعوت دیتا ہے۔ پھر {وَأَنَّ ہَذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیْماً} الخ تلاوت فرمایا۔ (صحیح ابن حبان، باب الاعتصام بالسنۃ، حدیث: ٦)

معلوم ہوا کہ نہ دائیں ہاتھ اسلام کی ہے اور نہ بائیں ہاتھ والے، بلکہ یہ شیطان کی پارٹیاں ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اسلام کبھی بھی بائیں ہاتھ کے نظریات کی اجازت نہیں دیتا تو اس کو اسلام کا بایاں ہاتھ سمجھنا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ نہیں یہ تو اسلام کا نہیں، بلکہ جمہوریت کا دایاں ہاتھ اور بایاں ہاتھ ہے تو سوال یہ ہے کہ دایاں اور بایاں پاکستانی جمہوریت کا یا کسی دوسری جمہوریت کا؟

اسلم: عجیب بات ہے! بات پاکستان میں موجود پارٹیوں کی کرتے ہو اور پھر پوچھتے ہو کہ پاکستانی جمہوریت یا کسی دوسرے ملک کی۔ بالکل پاکستانی جمہوریت کا دایاں اور بایاں حصہ ہے۔

خالد: توجب دائیں اور بائیں سے اسلام منکر ہے تو کیا دائیں اور بائیں دونوں کو جواز فراہم کرنے والی جمہوریت ' اسلامی ہو سکتی ہے ؟

اسلم: نہیں بھائی !

خالد: تو پھر کیا دائیں بائیں کو جواز فراہم کرنے والی جمہوریت فقط اس جملے سے اسلامی ہو سکتی ہے کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالی کو حاصل ہے ؟

اسلم: نہیں بھائی ! توبہ ، کیسے اسلامی ہو سکتی ہے۔

خالد: میرے پیارے بھائی ! اس بات کو سمجھو کہ یہ فقط ایک دھوکہ ہے، جس میں حاکمیت اعلیٰ کو اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سب اختیارات ان لوگوں نے اپنے پاس رکھے ہیں۔

اسلم: بھائی ! تم نے تو میری بہت اصلاح کی اور میں ہمیشہ کے لئے آپ کا احسان مند رہوں گا، لیکن بات یہ ہے کہ اگر مزید یہ مکالمہ ہم تھوڑی دیر جاری رکھیں اور میرے ذہن میں جو شکوک وشبہات ہیں تم اس کو دور کر سکو تو یہ بہت اچھا ہو گا اور یہ آپ کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

خالد: ٹھیک ہے بھائی ! یہ تمہارا مجھ پر حق ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: "الدین النصیحۃ" قالوا: لمن ؟ قال: "للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتہم"۔

ترجمہ: دین خیر خواہی ہے، صحابہ نے پوچھا کس کی ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ، اس کے رسول، مسلمانوں کے امراء اور عام مسلمانوں کی۔ (صحیح مسلم حدیث : ۹۵)

تومیں لازماً آپ کی خیر خواہی کروں گا اور آپ کے لئے وہ سب کچھ پسند کروں گا جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں اور میں اپنے لئے یہ پسند کرتا ہوں کہ دنیا میں میں صراط مستقیم پر رہوں اور حق کا تابع اور آخرت میں میرا ٹھکانہ جنت ہو، تو یہ میرے اوپر لازم ہے کہ آپ کے لئے بھی یہی سب کچھ پسند کروں۔

اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ، وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ۔

اسلم: ٹھیک ہے، جزاک اللہ خیرا۔ تم سے میری یہی توقع ہے۔

خالد: میں اب تم سے ایک سوال پوچھتا ہوں کہ حاکمیت اعلیٰ کا مطلب کیا ہے؟

اسلم: حاکمیت اعلیٰ کا مطلب یہ ہے کہ جس کو یہ حاکمیت ثابت ہو اس کے امر کے اوپر کسی کا امر نہیں ہو گا اور اس کا حکم آتے ہی سب سرِ تسلیم خم ہوں گے اور کسی میں انکار یا نہ ماننے کی جرأت نہیں ہو گی۔

خالد: اب کیا پاکستانی آئین میں اس طرح ہے؟

اسلم: سابقہ مثالوں سے تو پتہ یہ چلتا ہے کہ ایسا قطعاً نہیں ہے۔

خالد: سابقہ مثالوں کو اپنے پاس محفوظ رکھو، کچھ اور باتیں درکار ہیں۔

اسلم: بتاؤ، جزاک اللہ خیراً!

خالد: اگرمیں یہ کہوں کہ پاکستانی آئین ہی کی رُو سے آئینِ پاکستان میں حاکمیت اعلیٰ صرف تبرک کے لئے لکھا گیا ہے اور اس سے وہ اپنے آپ، اپنی پارلیمنٹ اور اپنے ارکان کو کفر کے فتویٰ سے محفوظ کرتا ہے، تو یہ بات کیا آپ کو منظور ہے؟

اسلم: اگر دلیل سے ثابت کرو تو بسر و چشم!

خالد: نعوذ باللہ، نقل کفر کفر نباشد، اگر میں یہ کہوں کہ ان کے نزدیک اور اسی آئین کی رُو سے حاکمیت اعلیٰ ایک ایسا بے اختیار عہدہ ہے جو نہ کسی کو جیل سے نکال سکتا ہے اور نہ بھجوا سکتا ہے، بلکہ وہ اسمبلی کے اراکین کا محتاج ہے، تو کم از کم یہ بات بے جا نہ ہو گی۔

اسلم: وہ کیسے؟

خالد: وہ ایسے کہ اگر کسی شرعی حکم کو ملک کا قانون بنانا ہو تو اس کے لئے کونسا طریقہ اختیار کیا جائے گا؟

اسلم: وہ اسمبلی کے اراکین ملک کا قانون بنائیں گے۔

خالد: وہ کیسے؟

اسلم: وہ تم بیان کرو، کیونکہ یا تو میں آپ کا سوال سمجھ نہ سکا، یا مجھے جواب کے بارے میں علم نہیں ہے۔

خالد: وہ اسمبلی کے اراکین کی منظوری کے بغیر قانون نہیں بن سکتا، بلکہ اسمبلی کے اراکین اگر اس کو منظور کریں تو قانون بنے گا ورنہ نہیں، یعنی اگرچہ اللہ تعالیٰ حاکم اعلیٰ تو ہے لیکن اگر

اس کے احکامات کو قانون کا درجہ دینا ہے تو باوجود اس کے کہ وہ حاکم اعلیٰ ہے اور اس عہدے کی رُو سے اس کے تمام احکامات بلاچوں وچرا قانون ہونے چاہئیں، لیکن مندرجہ بالا عہدہ رکھنے کے باوجود ان کے زعم اور ان کے اس کالے دستور کے مطابق (نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ، نقل کفر کفر نباشد) وہ خلاق عالم اور مختار کل ذات ان کے سامنے مجبور اور عاجز ہے اور اپنے احکامات کو قانون بنانے کے سلسلے میں اس کی نظریں پارلیمنٹ کی طرف ہیں اور وہ ان ارکان سے درخواست کرے گا اور اس کا قانون اس وقت تک موقوف رہے گا جب تک اراکین پارلیمنٹ منظوری نہ دیں اور درخواست کے بعد اس قانون کے بارے میں دو قسم (پاس و فیل) کے نتائج آسکتے ہیں جو کسی بھی بِل پر آسکتے ہیں، پس اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو منظور کیا جائے تو ٹھیک ہے اور اگر نا منظور کیا جائے تو اللہ اور راس کے سول کی بات کی حیثیت وہی ہو گی جو کسی شخص کی قانونی تجویز کی ہو سکتی ہے۔

اسلم: یہ تو بہت ہی خطرناک بات ہے اور میرے خیال میں ایمان کے خاتمے کی ایک انتہائی صورت ہے۔ اس اعتبار سے تو حاکمیتِ اعلیٰ دور کی بات ہے۔ نعوذ باللہ، ایک مشیر کی حیثیت صرف ثابت ہو سکتی ہے، آمر کی حیثیت یہ قطعاً نہیں ہے، لیکن اگر یہ بات آپ مجھے آئینِ پاکستان کی رُو سے ثابت کر دیں تو میں شکر گزار ہوں گا۔

خالد: ٹھیک ہے، تم کو پتہ ہے کہ آئین کا ایک باب ہے، اس کو قانون سازی کا پروسیجر (طریقہ کار کہا جاتا ہے) ؟

اسلم: ہاں بالکل! آرٹیکل ۷۰ سے لے کر آرٹیکل ۷۷ تک پر اس باب کا اطلاق ہوتا ہے۔

خالد: اب میں آپ کو آرٹیکل ۷۰ کی عبارت کا اردو ترجمہ نقل کرتا ہوں (وفاقی قانون سازی کی فہرست یا مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں کسی بل کی ابتداء کسی بھی ایوان میں ہو سکے گی اور اگر اسے وہ ایوان منظور کرے جس میں اس کی ابتداء ہوئی تھی، تو اسے دوسرے ایوان میں بھیج دیا جائے گا؛ اور اگر دوسرا ایوان بھی اسے ترمیم کے بغیر منظور کر لے، تو اسے منظوری کے لئے صدر کو پیش کر دیا جائے گا۔) ترجمہ محمود سلیم سیکرٹری قومی اسمبلی پاکستان۔

اب تم یہ عبارت یاد رکھو۔

اسلم: بالکل یہ عبارت میں نے یاد کی آگے کیا ہے؟

خالد: تم نے کبھی سنا ہے کہ پاکستان کی قومی اسمبلی میں شریعت بل پیش کیا گیا ہے؟

اسلم: جی ہاں! میری عمر کم ہے، لیکن مجھے معلوم ہے کہ پاکستان میں تین دفعہ یہ بل پیش کیا گیا ہے اور آخری مرتبہ حسبہ بل کے نام سے تو مجھے بالکل یاد ہے۔

خالد: کسی بھی شرعی حکم کو ملک کا قانون بنانے کے لئے اسی بل کو کسی بھی ایوان (بالا، زیرین) میں پیش کیا جاتا ہے۔

اسلم: ٹھیک ہے۔

خالد: لیکن تم کو پتہ ہے کہ یہ بل کس چیز کے لئے پیش کیا جاتا ہے؟

اسلم: جو بھی بل ہو (شریعت ہو یا دوسرا) وہ اسمبلی میں، اس لئے پیش کیا جاتا ہے تاکہ ارا کینِ اسمبلی اس بل کو منظور کرے۔

خالد: کیاشریعت کے بارے میں اس طرح بل پیش کیا جاتا ہے؟

اسلم: بالکل! چونکہ دفعہ ۷۰ (ا) میں اس طرح مذکور ہے کہ "کسی بل" یعنی جو بھی بل ہو۔اور ہمارے سامنے ہے کہ حسبہ بل اسی طرح منظوری کے لئے پیش کیا گیا تھا۔

خالد: کیااللہ تعالیٰ جسے ان کے آئین کی پیشانی پر حاکم اعلیٰ کہا گیا ہے اس کے قانون کو منظوری کے لئے پیش کرنا ایک عظیم جرم نہیں ہے، آیا حاکم اعلیٰ کا حکم، قانون اور امر بغیر کسی منظوری کے قانون نہیں ہو گا یا وہ بھی حاکم اعلیٰ کا عہدہ لئے ہوئے اپنے قانون کو قانون کا درجہ دینے کے لئے ان اراکین کا محتاج ہو گا اور جب وہ منظوری دیں تو قانون بنے گا اور اگر نہ دیں تو ایک عام قانونی تجویز کی طرح نامنظور ہو گا۔ کیا یہ حاکمیت اعلیٰ کے عہدے کا مذاق نہیں ہے؟

اسلم: کیوں نہیں!

خالد: کیا چودہ سو سال پہلے نازل شدہ قانون کا فقط نزول اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ ایک منظور شدہ قانون ہے؟

اسلم: کیوں نہیں، یہ تو ہمارا ایمان ہے۔

خالد: تو پھر اس قانون کو کسی انسان کے سامنے رکھنا اور اس کو یہ کہنا کہ اگر آپ چاہیں تو اس کو قانون کا درجہ دیں اور اگر نہ چاہیں تو نہ دیں۔ کیا یہ اللہ کے قانون کا استخفاف اور اس کو بہت ہلکا سمجھنا نہیں ہے؟

اسلم: بالکل ہے۔

خالد: آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد ہے کہ انہوں نے ایک شخص کا گردن کیوں اڑایا تھا؟

اسلم: جی ہاں! اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیش کیا تھا۔

خالد: کیا اس میں اس بات کا امکان نہیں تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو نافذ کرتے اور اس شخص کو کہتے کہ بس اس فیصلے پر راضی ہو جاؤ، میرا فیصلہ بھی یہی ہے؟

اسلم: بالکل ممکن تھا۔

خالد: تو پھر جناب عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں اس کو قتل کیا؟

اسلم: اس لئے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لا کر پیش کیا، تا کہ وہ اس کے لئے کوئی گنجائش نکال لے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو منظوری، نامنظوری یا ترمیم کے لئے پیش کرنا اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خود مختار ماننے کو اس شخص کا کفر اور ایک عظیم جرم قرار دیا جس کی سزا تلوار ہی تھی۔

خالد: میرے بھائی! اب کوئی شخص شریعت کے کسی حکم کو کسی انسان کے سامنے منظوری کے لئے رکھتا ہے اور اس کو یہ اختیار دیتا ہے، ایسے شخص کے لئے مناسبِ حال معاملہ کیا ہے؟

اسلم: عمری تلوار۔

خالد: اب دوسرا جرم دیکھو کہ کتنا مساوات انہوں نے حاکم اعلیٰ کے قانون اور ایک عام شخص کے قانونی تجویز کے درمیان قائم کرر کھا ہے، اس بل کو پیش کرنے والے کے لئے کون کونسی شرائط ہیں کہ وہ ان شرائط سے متصف ہو کر بل پیش کر سکتا ہے؟

اسلم: کم از کم کسی ایوان کا منتخب رکن ہو۔

خالد: یعنی ہمارے گاؤں کے کسی غریب شخص کے لئے جو کسی ایوان کا رکن نہ ہو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بل بنا کر پارلیمنٹ میں پیش کرے؟

اسلم: نہیں بھائی! اس کے لئے لازماً کسی ایوان کے منتخب نمائندے کی سفارش ضروری ہے۔

خالد: اور اللہ کے ماسوا کسی دوسرے قانون کے لئے بھی اس طرح ہونا پڑے گا؟

اسلم: بالکل! کسی بھی بل کو پیش کرنے کے لئے یہ شرط (رکنیت ایوان) ضروری ہے۔

خالد: یہ شرط تو ایسا لگتا ہے کہ اس کے سامنے خدا کے قانون کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اگر اس کی کوئی حیثیت بنتی ہے (کہ وہ ایوان کے اندر موضوعِ بحث بن جائے) تو رکن ایوان کی سفارش پر بنے گی اور اگر وہ سفارش کرے تو پھر موضوع بحث بنے گا اور اگر کوئی عام شخص اس کو لے جائے تو شریعت بل سمیت اُس کو ایوان میں داخلے کی اجازت بھی نہیں ملے گی۔

اسلم: بالکل اسی طرح ہے۔

خالد: تو پھر حاکم اعلیٰ اور ایک عام قانون دان کے درمیان کوئی فرق رہ گیا۔

اسلم: نہیں بھائی! فرق تو انہوں نے مٹادیا۔

خالد: اب تم سوچو! کہ حقوقِ نسواں کے نام پر فحاشی و عریانی اور کفر والحاد پر مبنی ایک بل اور شریعت بل کے درمیان انہوں نے کوئی فرق کیا؟

اسلم: نہیں۔

خالد: کیا یہ لوگ اِس آیت کے مصداق نہیں ہیں؟! {ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ}

ترجمہ: پھر وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں اپنے رب کے ساتھ برابری کرتے ہیں۔(الانعام: ۱)

جنہوں نے دونوں بلوں (شریعت بل جو اللہ کا قانون ہے اور بل حقوق نسواں بل جو اللہ تعالیٰ سے بغاوت پر مبنی تجویزات کا مجموعہ ہے) کو مساوی حقوق دیئے دونوں کے لئے رکنِ ایوان کی سفارش اور دونوں کا قانون بننے کے لئے ارکانِ ایوان کی منظوری شرط ہے۔

اسلم: بالکل ہے۔

خالد: پھر غور کرو کہ جب اسلامی حکم کے کسی بل کو کسی ایوان میں کوئی عام شخص نہیں لے جاسکتا یعنی اسلامی حکم میں اتنا زور، طاقت اور ایوان میں اس کی اتنی حیثیت نہیں ہے کہ وہ کسی عام مسلمان کو ایوان میں داخل کرے اور بل اس کو یہ سعادت بخش دے کہ وہ ارا کین ایوان جو کہ الوہیت کے عہدوں پر براجمان ہیں، سے اس موضوع پر بات چیت کر سکے، بلکہ ایوان کے کسی رکن کی یہ حیثیت ہو گی کہ وہ نعوذ باللہ شریعت بیچارے کے لئے دوسرے ارا کین کو سفارش کرے گا تا کہ

وہ اس کی طرف التفات کریں اور شریعت کو اتنی حیثیت دیں کہ اس کو ایوان کا موضوعِ بحث بنایا جائے، مزید وضاحت یہ کہ ایوان اتنا متکبر ادارہ ہے اور اس کو عرش معلی کی حیثیت دی گئی ہے کہ کسی رکن کے سفارش کے بغیر شریعتِ الٰہیہ ایوان کا موضوعِ بحث بننا بھی ممکن نہیں ہے۔

اسلم: اسی طرح تو ہے، لیکن آج تک ہم نے ان کے اس کفری حیلے کو اتنے غور و توجہ سے نہیں سوچا تھا۔

خالد: جی ہاں! یہ تو ابو جہل کے دور کا سادہ کفر نہیں ہے، یہ تو ماڈرن اور جدید کفر ہے، آسان نہیں اس کا راز معلوم کرنا، اقبال کہتے ہیں:

اس راز کو ایک مرد فرنگی نے کیا فاش ہر چند کے دانا اسے کھولا نہیں کرتے

جمہوریت ایک ایسی طرزِ حکومت ہے کہ جسمیں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

اسلم: عجیب! اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ اقبال بھی اس گندے نظام سے متنفر تھے اور اس کو اسلامی نہیں سمجھتے تھے، یہ ظالم لوگ تو اقبال کے بہت حوالے دیتے ہیں، لیکن یہ شعر میں نے کبھی ان سے نہیں سنا۔

خالد: اس میں توان کا نقصان ہے، اس کے علاوہ بھی بہت سے اشعار فارسی اور اردو میں موجود ہیں، لیکن ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔ کیا بھائی آپ نے معاشرے میں دیکھا ہے کہ جو بندہ کسی کی سفارش کرتا ہے وہ اس بندے سے اسی میدان میں بڑا سمجھا جاتا ہے جس کا سفارش کرتا

ہے، یاوہ کم از کم اس شخص سے جس کی سفارش کرتا ہے اس بندے کو قریب ہوتا ہے جس کو سفارش کرتا ہے؟

اسلم: سفارش کرنے میں تو یہ پوری دنیا کا قانون اور مسلم اصول ہے۔

خالد: اب کیا بل کو بحث کرنے کے لئے پیش کرنا سفارش ہے یا امر ہے؟

اسلم: سفارش ہے، اس لئے کہ اگر امر ہوتا تو منظوری کے لئے پیش کرنے کی پھر کیا ضرورت پھر تو وہ بس امر کرتا کہ یہ ملک کا قانون ہے اسے نافذ کرو، اور پھر یہ بھی وجہ ہے کہ پیش کرنے کے بعد اس میں امکان خاص ہے کہ وہ یا پاس ہو جائے یا فیل ہو جائے، یعنی سلب ضرورت من الجانبَین ہے، یہ بھی ضروری نہیں کہ پاس ہو جائے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ فیل ہو جائے، اور امر میں اس طرح نہیں ہوتا ہے وہ تو کرنا ہوگا۔

خالد: یہ تو ہم نے ویسے معلوم کیا کہ کسی بھی شرعی حکم کے لئے تحریک چلانے کے لئے ایوان کے رکن کی سفارش ضروری ہے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے لئے انہوں نے بھی اس طرح الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو؛ یہ کونسل وفاقی اور صوبائی اسمبلیوں کے سامنے سفارشات پیش کرے گی جن میں ایسے ذرائع اور وسائل پیش کئے جائیں گے جو پاکستانی مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے اساسی اصولوں اور بنیادی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بناسکیں۔

اسلم: جی ہاں! انہوں نے بھی سفارش کا لفظ استعمال کیا ہے۔

خالد: اب میں تم سے پوچھتاہوں کہ کیا نتیجہ نکلا کہ شریعت ان کے دستور میں اراکین ایوان سے اتنا دور، اور نعوذ باللہ من الکفر والضلال ان کے نزدیک اتنا پست اور ذلیل ہے کہ اس کے لئے سفارش بھی ہر کسی کی نہیں چلتی، بلکہ سفارش کے لئے کسی بڑے عہدے پر فائز اور ارکان ایوان کے قریبی شخص ہونے کی ضرورت ہے، کیا ایسا نہیں ہے؟

اسلم: اللہ ان کو ہلاک کرے، بالکل ایسا ہے۔

خالد: اب تمہارا کیا خیال ہے، کوئی اپنے آپ کو اللہ کے قانون سے بہتر سمجھتا ہے اور اللہ کے قانون کو التفات تک کرنے کے لئے ان کو اتنی بڑی سفارشات کی ضرورت ہوتی ہے تو کیا اسلام یہی ہے؟ اور کیا یہ لوگ مسلمان ہیں؟

اسلم: میں تو وہ کہوں گا جو میرا پروردگار فرماتے ہیں: {أُولٰئِکَ ہُمُ الْکَافِرُوْنَ حَقًّا} (النساء: ۱۵۱)

خالد: یہ کہنا کہ ایوان کے ارکان اپنے آپ کو اللہ کے احکامات سے بڑا سمجھتے ہیں یہ بات تو میں نے اپنی طرف سے ان کے اوپر بہتان نہیں باندھا ہے؟

اسلم: یہ تو ایک عام دیہاتی بھی جانتا ہے وہ بھی سفارش کے اصول سے واقف ہوتا ہے۔

خالد: اور یہی وجہ ہے کہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے اپنے کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' میں ''جمہوریت اس دور کا صنم اکبر ہے'' کے عنوان کے تحت پارلیمنٹ کے ایک رکن کا یہ اخباری بیان نقل کیا ہے اگرچہ در حقیقت سب کی حالت یہی ہے لیکن

اس نے صراحتاً یہ بات کی ہے اور دوسرے زبانِ حال سے کہتے ہیں اور اگر آپ چاہتے ہیں تو یہ کہئے کہ وہ لوگ کنایہ کرتے ہیں اور الصریح اشفی للصدر ہے اور الکنایۃ ابلغ من الصریح ہے۔

لدھیانوی شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ابھی گزشتہ دنوں پاکستان کے ایک بڑے مفکر کا مضمون اخبار میں شائع ہوا تھا کہ شریعت کو پارلیمنٹ سے بالاتر قرار دینا قوم کے نمائندوں کی توہین ہے، کیونکہ قوم نے اپنے نمائندوں کو قانون سازی کا مکمل اختیار دیا ہے۔

اس کافر نے زبان سے یہ بات کی اور باقی سب کی عمل اس بات کی تصدیق کرتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، کیا اب بھی آپ کہیں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو حاکمیت اعلیٰ دی ہے؟! کیا حاکمیت اعلیٰ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے کسی حکم کو منوانے کے لئے ان لوگوں کو منت سماجت کرنے کا محتاج ہو؟! اور اس کے لئے کسی سفارشی کو ڈھونڈتا پھرے؟!

اسلم: حاکمیت اعلیٰ تو چھوڑو اس پروسیجر کی روسے تو صرف حاکمیت بھی ثابت نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ کو ایک عام قانون دان کا حق دیا کہ جس طرح ایک عام قانون دان کی قانونی تجویز بل کی شکل میں پیش کی جاسکتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا بل بھی، اور جس طرح اس کے بل میں امکان ہے کہ پاس ہو جائے یا فیل ہو جائے اسی طرح امکان اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں بھی ہے۔

خالد: اب آگے جاتے ہیں، ایک عجیب بات! دو کفر کئے گئے، ایک تو اللہ کے قانون کو منظوری یا نامنظوری کے لئے پیش کیا گیا، دوسرا یہ ہے کہ ہر کوئی اس کو پیش بھی نہیں کر سکتا، بلکہ ان کی نظر میں شریعت اتنی کمزور اور پست ہے اور ایوان تو ایک اہم ترین اور عظیم ادارہ ہے، اس لئے اس

بل کو یہاں پر پہنچانے کے لئے اورارکان ایوان کی توجہ شریعت کی طرف دلانے کے لئے کسی بڑے سفارشی کی ضرورت ہے،اور وہ ہے رُکنِ ایوان،اس لئے کسی عام غریب بندے کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی الٰہی حکم کا بل بنا کر اس کو ایوان میں لے جائے اور پھر چونکہ شریعت تو ان کے نزدیک بہت ہی (نعوذ باللہ، نقلِ کفر کفر نباشد) گھٹیا ہے اور سفارش کے اصول بھی یہی ہے کہ کسی کا سفارش قبول اور رَدّ دونوں باتیں ہو سکتی ہیں،اس لئے صرف بحث ہی کے لئے منظور کیا جائے گا،یعنی یہ سفارش اس لئے نہیں ہوتی کہ بس سفارش منظور ہونے کے بعد یہ بل حکم بن جائے گا،بلکہ یہ بحث ہی کے لئے منظور ہوئی اور بحث کیا ہے؟وہ اراکین اس بل کو الٰہی احکام سے بالاتر اپنی عقلوں سے تولتے ہیں۔

اسلم: بس بھائی! اس کفر میں کون شک کرے گا۔

خالد: اب شریعت بہت غریب ہے، لیکن تمہارے خیال میں اتنے بڑے سفارشی کے بعد وہ کم از کم بحث کے لئے منظور کی جائے گی اور اراکین اپنا کچھ وقت ضائع فرض کر کے اس کو دیں گے،تاکہ اس سے غلطیاں نکال کر پاک وصاف کیا جائے۔(نعوذ باللہ)

اسلم: میرا خیال تو یہی ہے کہ اب تو سفارشی بھی بڑا آیا اور اتنی گستاخی سے تو آگے نہیں جائیں گے۔

خالد: نہیں بھائی! اب تو آگے جانا ہے آئین کی رُو سے اب دیکھا جائے گا کہ یہ کہیں آئین کے ضابطہ کار سے مخالف تو نہیں ہے؟اگر ہے تو پھر یہ بل کے درجے تک بھی نہیں پہنچ پائے گا اور تمہیں کیا پتہ ہے کہ بل کے درجے کو پہنچنا کیا ہوتا ہے؟بل کے درجے کو پہنچنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اس قابل ہے کہ ارکانِ ایوان اس کو منظور یا نامنظور، بلکہ بحث کے لئے منظور کریں۔

اسلم: نہیں بھائی! کیا شرعی حکم بھی آئین کے طریقہ کار کے خلاف ہو سکتا ہے؟! وہ دوسرے قوانین کے بارے میں ہو گا۔

خالد: او میرے سیدھے سادھے دوست! بے نظیر کی حکومت میں ایک شخص نے عورت کی سربراہی کے خلاف تحریک چلانی چاہی تو اسے کیا جواب ملا؟ تمہیں پتہ ہے؟

اسلم: نہیں۔

خالد: اس کو یہ جواب ملا کہ خاموش رہو، اپنی زبان بند رکھو، یہ آئین کے خلاف ہے۔ اب کیا میرے دوست! عورت کی سربراہی کے خلاف تحریک چلانا اور بل پیش کرنا شرعی حکم نہیں ہے؟ اور کیا عورت کی سربراہی از رُوئے شرع ممنوع نہیں ہے؟

اسلم: بالکل ممنوع ہے، اور یہ ممنوعیت ایک شرعی حکم ہے۔

خالد: تو دیکھو بھائی! انہوں نے اسی طرح کیا ناں کہ اس کو آئین کے ضابطہ کار کے خلاف قرار دیا۔ یہ ہے جو میں آپ کو کہتا ہوں کہ شریعت بل بھی اگر آئین کے ضابطہ کار کے خلاف ہے تو وہ صرف بحث تک کے لئے بھی منظور نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ اراکین یہ بات گوارا نہیں کرتے کہ آئین کے خلاف کاموں میں اپنا وقت ضائع کریں۔

اسلم: اب آگے بتاؤ کیا ہو گا؟

خالد: اب جب شریعت بل کو سفارشی بھی مل گیا، اور خوش قسمتی سے وہ دستور کے ضابطہ کار کے مطابق بھی نکلا، تو اب ان کو بھی رحم آیا کہ اب تو کم از کم اگر پاس نہیں کرنا ہے تو اس کو ارکانِ ایوان کی بحث کے لئے منظور کیا جائے۔

اسلم: بھائی! یہ بتاؤ کہ یہ بحث کس چیز کی ہوتی ہے؟

خالد: یہ بحث اس بات کی ہوتی ہے کہ کیا ایوان کی دو تہائی اکثریت اس کو قانونیت کا درجہ دینے پر رضامند ہیں، اور یہ قانون اراکین ایوان کی نظروں میں اس قابل ہے کہ اس کو واجب العمل قانون کا درجہ دیا جائے؟

اسلم: نعوذ باللہ، اللہ کے قانون کے بارے میں یہ لوگ یہ سوچتے ہیں جس کو اللہ نے قانون بنا کر نازل کیا، اس کے بارے میں اب یہ بحث ہو گی کہ کیا یہ ملک کا واجب العمل قانون بننے کا مستحق ہے یا نہیں ہے؟

خالد: ہاں جی! افسوس تو اس پر ہے کہ اسلامی جمہوریت میں اللہ کے قانون کے ساتھ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔

اسلم: تو پھر؟

خالد: تو پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کی ایمانی غیرت یہ تسلیم کرتی ہے؟

اسلم: میری ایمانی غیرت تو یہ چاہتی ہے کہ ان کی گردنیں اڑا دوں۔

خالد: اب مجھے یہ بتاؤ کہ آپ کی ایمانی غیرت یہ برداشت کرے گی کہ آپ کے سامنے کوئی شخص آپ کے مولیٰ کے حکم میں کیڑے نکالے؟اور بالخصوص جب ان میں کفار بھی ہوں جو اللہ اور آپ کے رسول کے دشمن ہیں، وہ بھی اس میں بولتے ہیں اور آپ کے سامنے اس بات پر بحث ہو رہی ہے کہ آج کل کے اس جدید دور میں آپ کے رب کا قانون ہمارے ملک کے قانون بننے کا قابل ہے یا نہیں ہے؟

اسلم: سبحان اللہ! یہ ہے طعن فی الدین اور یہ ہیں ائمۃ الکفر جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: { وَإِن نَّكَثُوْا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ}۔

ترجمہ: اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔(التوبۃ: ۱۲)

خالد: اب یہ ہے ارکانِ ایوان کی غیرت اور یہ ہے ان کا حال۔ شریعت بل کی منظوری کے لئے جب اس پر بحث ہوتی ہے تو بحث کا موضوع بھی یہ ہوتا ہے کہ کیا اللہ جس کو ہمارے آئین اور دستور میں حاکمیت اعلیٰ حاصل ہے اس کا حکم قانون بننے کے قابل ہے؟ اور پھر بحث کے دوران کسی پر بھی پابندی نہیں ہوتی ہے کہ وہ اس پر بحث کرے چاہے وہ اپنے کو مسلمان کہلانے والا ہو یا ہندو، عیسائی، قادیانی یا شیعہ رافضی ہو۔

اسلم: استغفر اللہ!

خالد: اورآپ کو کیا یہ معلوم نہیں کہ ان میں سے بعض کے بارے میں تو بالکل مشہور ہے کہ انہوں نے شریعت بل کو پھاڑ کر پاؤں تلے روندا؟

اسلم: ہاں! یہ معلومات تو ہیں۔

خالد: کیا ان کو کسی عدالت میں بلایا گیا؟ ان کو کوئی سزا ہوئی؟ اور پھر بھی وہ آج تک ملکی آئین کی رو سے مسلمان نہیں سمجھے جاتے؟

اسلم: بالکل! اسی آئین کی رو سے ان کو تحفظ حاصل ہے اور اسی آئین کی رو سے وہ مسلمان سمجھے جاتے ہیں، یقینا یہ کفری آئین ہے جو ہیومن رائٹس اور بنیادی حقوق جیسے آزادی فکر، مذہب اور اظہارِ خیال وغیرہ پر مشتمل ہے۔

خالد: اور ایوان کے اندر والی بات چھوڑو، کیا تم روزانہ نہیں دیکھتے ہو کہ توہینِ رسالت ایکٹ کے بارے میں روزانہ جب عیسائی لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور پھر اس دفعہ کے خاتمے کے بارے میں جلوس نکالتے ہیں اور حکومت سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اس ایکٹ کو ختم کرو؟

اسلم: جی ہاں!

خالد: کیا اس بارے میں جلسے جلوس کرنا اور اس ایکٹ کے خاتمے کا مطالبہ کرنا ''طعن فی الدین'' نہیں ہے؟

اسلم: کیوں نہیں۔

خالد: پھر کیوں ان لوگوں کو طعن فی الدین کی وجہ سے حکومت گرفتار کر کے کیفر کردار تک نہیں پہنچاتی؟اور پھر ان دنوں میں تو این.جی اوز کا لہجہ اس ایکٹ کے بارے میں بہت ناقابلِ سماعت ہے،آخر کیوں ان کو حکومت کچھ نہیں کہتی؟

اسلم: ممکن ہے رائے اور اجتماعات منعقد کرنے کی آزادی جیسے جمہوری دفعات کے تحت ان کو آزادی دی گئی ہے اور ان کو کچھ نہیں کہا جاتا؟

خالد: کیا قانونی طور پر یہ آزادی دینا کفر نہیں ہے؟

اسلم: بالکل یہ تو اباحیت ہے جو کہ زندیقیت ہے۔

خالد: اب کیا آئین میں حاکم اعلیٰ کی نسبت اللہ کی طرف کرنے کا کوئی فائدہ نکلا؟

اسلم: بالکل نہیں۔

خالد: تو جب یہ نسبت صرف دھوکے کے لئے کی گئی ہے تو کیا ان الفاظ سے پاکستان کا یہ اباحی آئین' اسلامی بن سکتا ہے؟اور اس (آئین) سے یہ جمہوریت' اسلامی بن سکتی ہے؟

اسلم: نہ یہ آئین اس دفعہ سے اسلامی بنے گا اور نہ جمہوریت اسلامی بنے گی، بلکہ یہ الفاظ تو شیعوں کے تقیہ کی طرح ہیں، جس سے وہ اپنا کفر چھپانا چاہتے ہیں۔

خالد: اب اس کے بعد شریعت بل پر مختلف کڑوے امتحانات باقی ہیں جس کے لئے پہلے ایوان میں اس پر ووٹنگ ہو گی، ووٹنگ میں اگر دو تہائی اکثریت حاصل کرے تو ٹھیک ہے، ورنہ پھر یہ بل اپنی موت آپ مر جائے گا، پاس ہونے کی صورت میں پھر یہ دوسرے ایوان میں چلا جائیگا اور یہی

کچھ وہاں پر ہو گا جو کچھ یہاں پر ہوا۔ اگر انہوں نے بالفرض پاس کیا تو پھر توثیق کے لئے صدر کے پاس بھیجا جائیگا وماادراک ماالتوثیق؟ اور تم کو کیا پتہ ہے کہ توثیق کیا چیز ہے؟ یعنی کسی چیز پر اطمینان اور اعتماد کا اظہار کرنا، یعنی اس وجہ سے صدر کا شریعت پر اعتماد نہیں کہ اللہ کا حکم اور قانون ہے، بلکہ اس حیثیت سے کہ ارکانِ ایوان نے اس بل کے اوپر اعتماد اور رضا کا اظہار کیا ہے۔ اور اگر وہ اس کو فیل کرے (نعوذ باللہ) تو پھر پہلے ایوان میں منتقل ہو جائے گا اور وہاں پر پھر ان سے درخواست کرے گا اور ان سے اپنی منظوری کی بھیک مانگے گا، اگر خواہ مخواہ وہ اس بل کی منظوری پر مصر ہے تو وہ صدر کو درخواست کریں گے جس کے بعد صدر دونوں ایوانوں کا اجلاس بلائے گا اور دونوں ایوانوں کے اجلاس میں پھر شرعی حکم کی خامیوں کو بے حجاب کیا جائے گا (نعوذ باللہ) اور پھر وہاں سے اگر پاس ہوا تو صدر دستخط توثیق کرے گا۔ اور اگر آپ کو اس موضوع میں زیادہ تفصیلات چاہئے تو حامد محمود کی کتاب ''کیا ووٹ ایک مقدس امانت ہے'' کا مطالعہ کیجئے۔

اسلم: نعوذ باللہ، یہ کیسا کفر ہے جو اللہ کی شریعت کو اتنا ہلکا سمجھتے ہیں، یہ تو ولید بن مغیرہ کی طرح ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: { إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ فَقَالَ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ }

ترجمہ: اس نے فکر کیا اور تجویز کی۔ یہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔ پھر یہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔ پھر تامل کیا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا۔ پھر پشت پھیر کر چلا اور (قبولِ حق سے) غرور کیا۔ پھر کہنے لگا یہ تو جادو ہے جو (اگلوں سے) منتقل ہوتا آیا ہے۔ (پھر بولا) یہ (اللہ کا کلام نہیں بلکہ) بشر کا کلام ہے۔ (المدثر: ۱۸ تا ۲۵)

یہ ہے ان کا بل پیش کرنا، اس پر بحث کرنا اور پھر اس کو کلام الناس اور عام قانون دانوں کی تجاویز کے برابر سمجھ کر اس کو مسترد یا قبول کرنا۔ ان کی سزا ہے: {سَأُصْلِيهِ سَقَرَ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ }

ترجمہ: اور تم کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے؟ (وہ آگ ہے کہ) نا باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔ اور بدن کو جھلس کر سیاہ کر دے گی۔ (المدثر: ۲۶تا۲۹)

اور یہ تو طلب العوج ہے جو کہ بنص قرآن کفر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :- {الَّذِيْنَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجاً وَهُم بِالآخِرَةِ كَافِرُونَ}

ترجمہ: جو اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں اور آخرت سے انکار کرتے ہیں۔ (اعراف: ۴۵)

خالد: اب یہاں صرف طلب العوج نہیں ہے، یہاں کفر کے چند اقسام ہیں:

۱۔ استخفاف الدین: دین کو ہلکا سمجھنا، کسی شرعی حکم کو اتنا ہلکا سمجھنا کہ اس کی تقنین یعنی قانون بنانا ارکان ایوان کی منظوری پر موقوف ہو، اور ساتھ ساتھ پھر اس کے لئے ایک ایسے سفارشی کی ضرورت ہو جو ارکانِ ایوان میں سے ہو۔ مجمع الانہر میں ہے: ۔"ومن اہان الشریعۃ اوالمسائل التی لا بد منہا فقد کفر"۔ (ج:۲، ص:۵۰۹)

ترجمہ: اور جس نے شریعت کی توہین کی یا ان مسائل کی توہین کی جو ضروریات دین میں سے ہیں تو بے شک وہ کافر ہو گیا۔

اسی طرح وہاں پر ہے : "ویکفر بجلوسہ علی مرتفع ویتشبہ بالمذکّرین ومعہ جماعة یسألونہ ویضحکون منہ، ثم یضربہم بالمخراق، وکذا یکفر الجمع لاستخفافہم بالشرع"۔

ترجمہ: اور کافر ہو جاتا ہے کسی اونچی جگہ پر بیٹھنے سے اور وہ تشبہ کرتا ہے مفتیوں سے اور اس کے ساتھ ایک جماعت ہے وہ اس سے پوچھتے ہیں اور ہنستے ہیں، پھر یہ ان کو بٹے ہوئے رومال وغیرہ سے مارتے ہیں اور اسی طرح وہ پورا مجمع شریعت کی استخفاف کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔(ج: ۲، ص: ۵۱۰)

اب کیا کسی شرعی حکم کو یہ کھیل بنانا کہ اس کو اراکین پارلیمنٹ منظور یا نامنظور کرے اور اس پر بحث کے دوران ہر مسلمان اور کافر کو اجازت ہو کہ وہ اس پر اعتراضات کرے۔

۲۔آئینِ پاکستان کو اللہ کے قانون پر ترجیح دینا، اس طرح کہ آئین پاکستان کی قانون سازی کا پروسیجر کا باب اور آرٹیکل ۷۰ سے لے کر ۷۷ تک اس پر حاوی ہے، بایں طور کہ دوسرے قوانین کی منظوری کی طرح وہ قانون اس پر بھی لاگو ہوگا اور پھر اس کے مطابق ان اراکین کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے قانون پر بھی جتنے اعتراضات کر سکتے ہیں اور اس میں بعض نقصانات نکالتے ہیں تو ان کو پوری طرح اجازت حاصل ہے اور اس دوران کسی بھی تقریر پر کوئی بھی فرد عدالت میں طلب نہیں کیا جائے گا۔اس کے بارے میں آپ کو امام آلوسی کا یہ قول یاد رکھنا چاہئے: "نعم لا ینبغی التوقف فی تکفیر من یستحسن ما ہو بیّن المخالفة للشرع منہا ویقدمہ علی الأحکام الشرعیة متنقصا لہا بہ "۔

ترجمہ: ہاں! جائز نہیں ہے توقف ان لوگوں کی تکفیر جو ان اصول کو اچھے سمجھتے ہیں جو شریعت سے ظاہر مخالف ہو اور اسے احکامِ شرعیہ پر ترجیح دیتے ہوں درآں حالیکہ وہ اس کے ذریعے اس کی تنقیص کرنے والا ہو۔

اور دوسری ترجیح ان کی یہ ہے کہ اگر اللہ کے حکم کا حامل بل آئین کی قانونی ضابطہ کار کے خلاف ہے تو وہ ردّ کیا جائے گا، جیسا کہ میں نے تم کو عورت کی سربراہی کے خلاف تحریک بل کا حال بیان کیا، کیا یہ اپنے قانون کو اللہ کے قانون پر ترجیح دینا نہیں ہے ؟!

شیخ الحدیث مفتی محمد طاہر مسعود صاحب کی کتاب ''عقیدہ اہل السنت والجماعت'' (جو شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی پسند فرمودہ کتاب ہے) میں مفتی صاحب فرماتے ہیں: جو شخص غیر شرعی قوانین کو اسلامی قوانین سے افضل سمجھتا ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔اسی طرح وہ شخص جو اسلامی قوانین کے برخلاف قانون کا قائل ہے وہ بھی کافر ہے۔ مثلاً جو کہتا ہے کہ چور کی سزا صرف ایک ماہ قید ہے یا زانی کی سزا صرف دس کوڑے ہیں، یہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ (ص: ۶۱، ۶۲)

۳۔اللہ کے قانون کو دوسرے قوانین کے برابر سمجھنا، بایں طور کہ جس طرح ایک عام قانون دان کے قانونی تجویز پر بحث، ووٹ اور پھر منظوری اور نامنظوری دونوں قسم کے حالات آسکتے ہیں اسی طرح اللہ کے قانون کے بارے میں بھی دونوں قسم کے حالات آسکتے ہیں۔اور اس بارے میں علامہ محمد بن ابراہیم کا وہ قول ملاحظہ ہو کہ کفری اعتقادی کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ اللہ کے قانون کو دوسرے قوانین کے مساوی سمجھے" الثالث: ان لا یعتقد کونہ احسن من حکم اللّٰہ ورسولہ، لکن اعتقد انہ مثلہ، فہذا کالنوعَین الذَین قبلہ، فی کونہ کا فرا الکفر الناقل عن الملۃ لما یقتضیہ ذلک من تسویۃ المخلوق بالخالق، والمناقضۃ والمعاندۃ لقولہ عز وجل: {لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ} (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ: تیسری قسم یہ ہے کہ وہ یہ عقیدہ نہ رکھے کہ یہ (غیر اللہ کا حکم) اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بہتر ہے،البتہ یہ عقیدہ رکھے کہ یہ (غیر اللہ کا حکم) اس (اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ

وسلم کے حکم) جیسا ہے، تو یہ اس شخص کے کافر ہونے میں سابقہ دو اقسام کی طرح ہے، اور کفر بھی ایسا جو دین سے نکالنے والا ہو، اس لئے کہ یہ مخلوق اور خالق کے مساوی ہونے کا تقاضا کرتا ہے، اور یہ اللہ تعالی کے قول {لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْئٌ} کا مناقضہ اور معاندہ ہے۔ (تحکیم القوانین)

اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ملاحظہ ہو: {ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ} اور {اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ}۔

۴۔ حرام کو حلال کرنا۔ بایں طور کہ آئین جس طرح یہ کہتا ہے کہ ایوان کی دو تہائی اکثریت کے پاس کرنے سے شریعت بل پاس ہو سکتا ہے، اسی طرح یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ کے قانون کے مقابلے میں کوئی دوسرا بل بھی پاس ہو سکتا ہے اور اس پر "تحفظ حقوق نسواں بل" (جو کہ بہت سے غیر شرعی اُمور پر مشتمل ہے) شاہد ہے جو کہ دو تہائی اکثریت نے پاس کیا اور پھر اگرچہ شرعی کورٹ نے اس کو غیر شرعی قرار دیا، لیکن بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے مجھے شیری رحمن (جو کہ اس وقت وزیر اطلاعات تھی) کے الفاظ یاد ہیں کہ اس سے جب پوچھا گیا کہ فائنل رائے کس کی ہو گی؟ تو اس نے کہا: فائنل رائے تو پھر پارلیمنٹ کی ہو گی۔" والانسان متى حلّل الحرامَ المجمعَ عليہ او حرّم الحلالَ المجمعَ عليہ كان كافراً مرتدًا باتفاق الفقهائ"۔

ترجمہ: اور انسان جب اجماعی حلال کو حرام کرے یا اجماعی حرام کو حلال کرے تو وہ اتفاقِ فقہاء سے کافر و مرتد ہو گا۔ (مجموع الفتاوی، ج: ۳، ص: ۲۶۷)

اور تحریم و تحلیل کا اختیار بے شمار جگہوں پر آئین نے پارلیمنٹ کو دیا ہے، جیسا کہ ایسے قوانین کے پاس کرنے کا اختیار جو شریعت سے متصادم ہو، شرعی احکامات کو فیل کرنے کا اختیار، شریعت بل کی منظوری اور نامنظوری کے لئے پیش کرنے کا اختیار، پارلیمنٹ میں تقریر کرتے وقت

کسی بھی عدالت سے بالادستی، شریعت بل پر بحث کرنے کا اختیار، شریعت بل میں ترمیم کا اختیار جو سب کے سب حرام اور کفر ہے، آئین نے اس کی اجازت دی ہے جو کہ تحریم ما احلّ اللہ ہے۔

۵۔ اللہ کے دین پر ناراضگی اور رضا دونوں کا اختیار، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: {الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيْناً}

ترجمہ: آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند فرمایا۔ (المائدۃ: ۳)

اسلام تو اللہ کا منظور شدہ اور پسند کیا ہوا دین ہے، اس کے بارے میں یہ اختیار کہاں سے آیا کہ بندہ خود مختار ہو چاہے وہ اس کو منظور کرے یا نامنظور کرے، اس کی حق میں رائے دے کر اس کے نفاذ پر رضا کا اظہار کرے یا اس کے خلاف ووٹ دے کر ناراضگی کا اظہار کرے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

۶۔ ان سب کے باوجود اس کو اسلامی آئین کہنا کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے؟! حالانکہ امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " ومن حكم بغير ما انزل اللّٰه مخبرا انه ما انزل الله فقد كفر"۔

ترجمہ: اور جس نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے بغیر حکم کیا اور حال یہ ہے کہ وہ اس کو اللہ کا حکم ظاہر کرتا ہے تو تحقیق وہ کافر ہو گیا۔ (ج: ۴، ص: ۹۳)

اور یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ غیر اسلام کو اسلام کہنا الحاد ہے، بلکہ امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی ہمارے زمانے کے سلاطین کو عادل کہے تو وہ کافر ہو گا، اس لئے کہ وہ

عادل نہیں ہیں۔ یہ تو سلاطین کی بات ہے جن میں دونوں احتمال ہو سکتے ہیں، لیکن اگر کوئی ایسے قانون کو اسلامی کہے جو کفری ہو تو اس کا کیا حکم ہو گا؟ اور اگر کوئی ان کچہریوں کو عدل وانصاف کے مراکز کہے جہاں پر کفری قوانین پر فیصلے ہوتے ہیں تو اس کا کیا حال ہو گا؟ جبکہ آج کل تو ہم ان مراکز پر دیکھتے ہیں کہ عدل وانصاف سے متعلق آیات بھی دیواروں پر نوشتہ ہوتے ہیں، اگر غیر عادل کو عادل کہنا کفر ہے تو غیر اسلامی کو اسلامی اور عدل وانصاف کہنا کیسا ہو گا؟

۷۔ یہ پورا عمل تدرج فی التشریع (مختلف درجات سے گزر کر شریعت کا قانون بننا) ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور کسی کا کام نہیں، بلکہ اگر کوئی اس اختیار کا دعویٰ کرے تو وہ مشرک فی الحکم سمجھا جائے گا۔

اب آپ بتائیں کیا یہ سب کفر نہیں ہے؟ اور ان تمام اُمور کی اجازت آئینی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

اسلم: یہ تو بالکل ہے، بلکہ یہ کام تو جس طرح نقلاً غلط ہے اسی طرح عقلی طور پر بھی باطل ہے، کیونکہ اللہ کا کوئی حکم جب آسمان سے نازل ہوا ہے تو یہ قانون بن کر نازل ہوا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ علم محیط اور رحمت کامل جیسی صفات سے متصف ہونے کی وجہ سے اس کے ہر خطاب کو ذاتی طور پر قانونیت اور حکم بننے کا درجہ حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصول فقہ کے علماء حکم کی تعریف یوں کرتے ہیں: " خطاب اللہ تعالیٰ المتعلق بافعال المکلفین اقتضاءً او تخییراً او وضعًا"۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا خطاب جو مکلفین (عاقل و بالغ لوگوں) کے افعال سے متعلق ہو، وہ خطاب طلبی (جیسے فرائض واجبات اور سنن میں) ہو یا اختیار دینے والا ہو (جیسے مباحات میں) یا وضعی ہو (جیسے نمازِ ظہر کے لئے ظہر کی وقت کا سبب ہونا)۔

بہر حال ! یہاں پر مکلفین کے نام صرف اللہ کے خطاب کو حکم اور قانونیت کا درجہ حاصل ہے، یعنی قانونیت اللہ کے کلام کی ذاتی صفت ہے اور ذات اور ذاتی کے درمیان تخلُّلِ جَعْل تو عقلاً بھی باطل ہے، یعنی کسی چیز کو اپنے ذاتیات اور ماہیات ثابت کرنے کے لئے شرائط اور وسائط نہیں ہوتے، بلکہ وہ تو ویسے بغیر کسی شرط کے ثابت ہوتے ہیں، جبکہ انہوں نے تو ایوان میں اس کی پیشی، اس کے لئے کسی اچھے سفارشی کا ملنا، آئین کے ضابطہ کار کے خلاف نہ ہونا، ارکان ایوان کا اس پر بحث کرنا، ووٹنگ میں دو تہائی اکثریت حاصل کرنا، دوسرے ایوان سے پاس ہونا، صدر کی توثیقی دستخط، اور ان تمام کے بعد بھی محدود انداز میں اس کا قانون بننا جس سے حکومت کی موجودہ سیاسی شکل متأثر نہ ہو اور وہ ارکان ایوان پر بالادست نہ ہو، بلکہ ان کو یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ اس میں ترمیم کرسکے، اس طرح کے شرائط لگائے ہیں، یہ بالکل عقلاً غلط ہے لتخلل الجعل بين الذات والذاتيات اور عرفاً بھی یہ بات غلط ہے، کیونکہ عرف میں ایک غلام اور ایک ملازم کے لئے اپنے آقا کا حکم بغیر کسی چوں وچرا کے قانون ہوتا ہے اور اس کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اس پر سوچے کہ کیا یہ میرے مفاد میں ہے یا نہیں ہے وغیرہ۔

اسلم: لیکن ایک سوال ہے اور وہ یہ کہ اگر ان کا یہ عمل تدرج فی التنفیذ کہا جائے تو پھر کیا یہ ٹھیک نہیں ہے؟

خالد: ن ی جی! یہ تدرج فی التشریع ہے اور تدرج فی التنفیذ نہیں ہے، اس لئے کہ آئین میں ہے کہ کسی کو اس کام پر سزا نہیں دی جائے گی جس کا ارتکاب قانون بننے سے پہلے ہوا ہو، اسی طرح اگر آج کسی سے کوئی عمل (جیسے نعوذ باللہ ارتداد) سرزد ہو جائے اور اس کے بارے میں قانون نہیں بنا ہے تو پھر جب قانون بن جائے اس کو سزا نہیں دی جائے گی، کیونکہ یہ عمل اس نے قانون بننے سے پہلے کیا ہے۔ تو صاف مطلب یہ ہے کہ اس کی قانونیت کا لعدم ہے نہ کہ تنفیذ۔

اسلم: ٹھیک! یہ تو تدرج فی التشریع ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے لئے قانونیت کو ذاتی صفت ہونے سے مانع ہے اور یہ حرام اور کفر ہے۔

خالد: ماشاءاللہ! لیکن دوسری طرف آپ کو اس نام نہاد اسلامی فوج کے بارے میں معلوم ہے کہ ان میں ایک اہم اور مشہور مقولہ ہے: ''آرڈر از آرڈر'' یعنی بڑوں کا حکم جیسا بھی ہو وہ ماننا ہوگا اور اللہ کے حکم کے بارے میں ان کا یہ خیال ہے بڑوں کا حکم مان کر انہوں نے قبائل میں مسلمانوں کے خلاف آپریشن شروع کیا، بڑوں کا حکم مان کر انہوں نے لال مسجد پر چڑھائی کی، بڑوں کا حکم مان کر انہوں نے سوات میں شرعی احکامات کو نافذ کرنے کی سزا میں اہل سوات کے خون کو مباح سمجھا اور بے دردی سے ان کا خون بہایا اور دلیل یہ تھی کہ انہوں (طالبان) نے حکومتی رِٹ چیلنج کیا ہے، حالانکہ خود انہوں (حکومت) نے اللہ کے رٹ کو کس انداز میں چیلنج کیا ہے جیسا کہ اس کا کوئی اختیار ہی اس ملک میں نہ ہو۔

اسی طرح یہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مذہبی احکامات کی قانونیت شریعت کی رو سے درجہ وجوب میں ہے، یعنی جانبِ عدم میں سلب ضرورت ہے اور جانبِ وجود میں ضرورت ہے، یعنی

اس کی قانونیت لازمی ضروری اور واجب ہے اور اس کا کسی وقت میں قانون نہ ہونا ممتنع ہے، لیکن اس نظام کی رُو سے اس کی قانونیت امکانِ خاص کے درجے میں ہے جس میں سلب ضرورت عن الجانبَین ہے یعنی وجود بھی ضروری نہیں اور عدم بھی، یعنی جمہوریت میں یہ بھی نہیں کہ یہ بالکل قانون نہیں بنے گا اور یہ بھی نہیں کہ قانون بنے گا، بلکہ آزادی ہے، دونوں ممکن ہیں۔ تو ہمارا نزاع ان جمہوریوں کے ساتھ اس میں ہے کہ دینی احکام فی الوقت بغیر کسی شرطِ اضافی کے قوانین ہیں، جبکہ ان کا مدعا یہ ہے کہ یہ مذہب کے قوانین تو فی الوقت مذہب کے قوانین ہیں، لیکن یہ ملک کے واجب الاطاعت قوانین فی الوقت نہیں ہے، البتہ یہ احکامات قوانین بن سکتے ہیں، تو ہمارا نزاع "قانون ہے" اور "قانون بن سکتا ہے" میں ہے، جس سے ہم نے منطق کے مطابق امکانِ خاص اور وجوب سے تعبیر کیا، {وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلاَّ لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّهِ}

ترجمہ: اور ہم نے جو بھی پیغمبر بھیجا ہے، اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔ (النساء: ٦٤)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول کے ارسال کی علت لِيُطَاعَ بیان کی ہے، یعنی رسول مطاع ہے اور رسول پر اتارے گئے احکامات واجب الاطاعت قوانین ہیں، اور علت اور معلول کے درمیان کسی چیز کا تخلل نہیں ہوتا ہے، بلکہ علت اور معلول (حکم) کے درمیان دوران ہوتا ہے، خود علت تام کی وجود سے فوراً معلول موجود ہو جاتا ہے کسی تیسرے چیز کا انتظار نہیں ہوتا، جبکہ اس نظام میں ایک تیسرے چیز کا انتظار بھی ہوتا ہے اور وہ ہے پارلیمنٹ اور اکثریت کی منظوری جو کہ مستلزم ہے نفی رسالت کو یا نفی رسالت برائے اطاعت کو اور یہ دونوں چیزیں حرام اور کفر ہیں۔

اسی طرح قرآن وسنت جو خود دین میں معیار ہیں اور اُصولِ شرع میں سے ہیں ان کے نزدیک اس کے لئے الگ معیار مقرر کیا گیا ہے، جو قرآن وسنت کی معیاریت اور اصلیت پر قدغن ہے اور یہی اس نظام کا کفر ہے اور وہ معیار اکثریت ہے۔ اگر قرآن وسنت اکثریت کے معیار پر پورے اتریں تو قانون بنیں گے ورنہ نہیں۔

اسی طرح ان کے نزدیک قرآن وسنت خواہ کتنے ہی قطعی الدلالۃ اور قطعی الثبوت ہوں جب تک اکثریت ان کو پاس نہ کریں اس کی حیثیت ایک مفروضے سے زیادہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک مفروضہ سمجھا جائے گا۔ اور یہی وجہ ہے کہ شرعی احکامات کی حیثیت اس نظام میں قانونی تجاویز کی تو ہے لیکن خود قانون واجب الاطاعت نہیں، اور قانونی تجاویز میں یہ ممکن ہے کہ قانون بن جائے یا نہ بنے، اور ان سب قانونی تجاویز پر حاوی چیز قانونی پروسیجر ہے۔ اب (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی حیثیت اس نظام میں ایک قانون دان کی تو ہے، لیکن مقننِ مطلق کی نہیں ہے۔

اسلم: لیکن بھائی! اس ملک میں جو نماز پڑھنے کی اجازت ہے، روزے رکھنے کی اجازت ہے، حج اور زکوۃ ادا کرنے کی اجازت ہے اور مدارس، مساجد، خانقاہیں اور تبلیغی مراکز موجود ہیں، کیا یہ اس ملک کے اسلامی ہونے کے لئے کافی نہیں؟

خالد: اس سوال کا جواب بھی ایک سوال پر موقوف ہے، میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں ، کیا امریکہ میں ان تمام امور کی اجازت ہے یا نہیں؟

اسلم: بالکل ہے۔

خالد: تو کیا امریکہ کو ہم اس کی وجہ سے ایک اسلامی ملک کہہ سکتے ہیں؟

اسلم: نہیں۔

خالد: کیوں؟

اسلم: آپ بتائیں۔

خالد: اصل وجہ یہ ہے کہ دین (جیساکہ ہم نے ابتداء میں ذکر کیا) دو طرح ہے: ایک ہے انفرادی دین، اور دوسرا ہے اجتماعی دین۔ اس کے مقابلے میں سیکولرزم کی موجودہ جمہوری شکل (جو کہ ایک کفری نظام ہے) وہ کمیونزم کی طرح دین پر مکمل پابندی نہیں لگاتا، بلکہ اجتماعی دین پر پابندی لگاتا ہے اور دین کو حکومت، سیاست، معاملات وغیرہ سے جدا کرتا ہے۔ تو آج جو کہ پوری دنیا میں سیکولر نظام حاکم ہے پوری دنیا میں انفرادی دین پر کوئی پابندی نہیں ہے، تم کو اختیار ہے کہ مسجد جاؤ یا کہیں اور، اسی طرح کیا کسی دوسرے مذاہب والوں کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ مندر جائیں ؟ چنانچہ جس طرح تم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ تم انفرادی دین پر عمل کر سکو اسی طرح ہندو کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے انفرادی عبادات اور تہواروں کو منائیں۔

اسلم: آپ نے درست فرمایا، ان کو بھی یہ اختیار حاصل ہے۔

خالد: تو کیا ہندوؤں، عیسائیوں اور یہودیوں کو اپنے انفرادی دین کی اجازت ملنے سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ہندو یا عیسائی یا یہودی حکومت ہے؟

اسلم: نہیں۔

خالد: کیوں کہ یہ ایک انفرادی عبادت ہے اور اجتماعی نظام میں ان کا کوئی حصہ نہیں، اس لئے ناں؟

اسلم: بالکل اسی طرح ہے۔

خالد: تو جس طرح ایک ملک میں عیسائی کو انفرادی عبادات کی آزادی سے وہ ملک عیسائی نہیں بن جاتا اسی طرح مسلمان کو انفرادی عبادات کی آزادی سے وہ ملک اسلامی نہیں بنتا، یہ ویسے ترجیح بلا مرجح ہے۔ اور ایک دوسری مثال دیتا ہوں، کیا اسلامی خلافتوں کے قیام کے وقت سارے ادیان کو اپنے دین پر عمل کرنے کی آزادی نہیں تھی؟

اسلم: بالکل آزادی تھی۔

خالد: تو (نعوذ باللہ) کیا ان خلافتوں کو ہم عیسائی یا یہودی یا ہندو حکومتیں کہیں گے؟

اسلم: بالکل نہیں۔

خالد: یہ ساری "آزادی" ہم کو سیکولرزم کے رحم و کرم پر حاصل ہے، کیونکہ شخصی آزادی تو سیکولرزم نے دی ہے، لیکن سیکولرزم کی اس آزادی کی وجہ سے ہم اس کو اسلامی نہیں سمجھتے، بلکہ وہ کفری ہی ہے، اس لئے کہ اس نے دین کو حکومت سے جدا کیا ہے۔

اسلم: اس نے تو اسلام کو اس وجہ سے آزادی نہیں دی ہے کہ اس کی بنیاد وحی پر ہے، بلکہ اس وجہ سے دی ہے کہ اس نے سارے ادیان کو انسان کی انفرادی زندگی میں آزادی دی ہے، اس بنیاد پر اسلام کو بھی آزادی مل گئی ہے، عیسائیت کو بھی، یہودیت کو بھی اور ہندومت کو بھی، اس آزادی سے

کسی طور پر کوئی ملک اسلامی نہیں بن سکتا، بلکہ یہ آزادی تو کفر کے وجوہات میں سے ایک وجہ اور ان اسباب میں سے ایک سبب ہے، اس لئے کہ اس نے شخصی آزادی کی بنیاد پر تمام ادیان کو آزادی دی ہے، جس میں اسلام بھی آتا ہے اور یہ اسلام کو دوسرے ادیان کا مساوی سمجھتا ہے اور اس کی فوقیت سے انکار ہے جو کہ عظیم کفر ہے۔ اسلام تو تمام ادیان سے بالاتر دین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: {إِنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ}

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کے ہاں (معتبر) دین اسلام ہے۔ (آل عمران: ۱۹)

{ ہُوَ الَّذِىْ أَرْسَلَ رَسُولَہُ بِالْہُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْہِرَہُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّہِ وَلَوْ كَرِہَ الْمُشْرِكُونَ}۔

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا، تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔ (توبہ: ۳۳)

{وَجَعَلَ كَلِمَۃَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَۃُ اللّٰہِ ہِىَ الْعُلْيَا}

ترجمہ: اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے۔ (توبہ: ۴۰)

اور حدیث شریف میں ہے: عن عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "الاسلام یعلو ولا یعلی"۔

ترجمہ: اسلام فائق رہے گا، اس پر کسی (دین) کی فوقیت نہیں ہوگی۔ (السنن الکبری للبیہقی، کتاب المہر، حدیث: ۳۰)

اور ایک دفعہ جب ایک اعرابی نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: " الحمد للّٰہ الذی ہداک الی ہذا الدین الذی یعلو ولا یعلی"۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تجھے ایسے دین کی طرف ہدایت دی جو فائق رہے گا، اس پر کسی (دین) کی فوقیت نہیں ہو گی۔ (معجم صغیر، حدیث: ۹۴۸)

اور اس دین کی دوسرے ادیان پر برتری اتنی مطلوب اور لازمی ہے کہ اس کے لئے جنگ کی جاتی ہے اور جو اُس جنگ میں قتل ہو جائے وہ شہید ہے اور جو زندہ رہ کر لڑے وہ فی سبیل اللہ غازی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: " من قاتل لتکون کلمۃ اللّٰہ ہی العلیا فھو فی سبیل اللّٰہ"۔

ترجمہ: جو اس لئے لڑے تا کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ سر بلند ہو تو وہ اللہ کے راستے میں ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۱۲۳)

لیکن اس لادین سیکولر جمہوریت نے اس دین قیّم کو دوسرے ادیان کا مساوی قرار دیا اور اس پر جمہوریت اور دستور کو ترجیح دے کر قانون سازی کے ضابطہ کار کو دینِ الٰہی پر بھی لاگو کیا۔

خالد: سبحان اللہ! اس منافقانہ نظام پر غور کرنے سے بندہ دنگ رہ جاتا ہے کہ یہ انہوں نے کیسے ملمع سازی اور مکاری سے کام لیا ہے۔ اور اگر تم اپنے پہلے سوال پر غور کرو تو تمہارے سوال کے اندر خود ہی ایک جواب موجود ہے وہ یہ کہ تم نے بتایا کہ انہوں نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر انفرادی عبادات کی اجازت دی ہے۔ بات صرف اجازت تک ہے، یعنی یہاں بھی اسلامی احکامات کو وہ حیثیت اور درجہ نہیں دیا ہے جو اسلام نے دیا ہے۔ اِس (نظام) نے تو سارے احکامات کو مباح کا

درجہ دیاہے، کیونکہ اس نے نماز کی اجازت دی ہے نہ یہ کہ نماز کو فرض سمجھتاہے اوراس کے نہ کرنے والے کے لئے سزایا کوئی ادارہ مقرر ہے۔اسی طرح زکوٰۃ، حج، روزہ اور دیگر احکامات کو بھی یہ درجہ دیاہے، کیونکہ یہ ان کے نظام سے مزاحم نہیں،اور جو مزاحم ہیں ان پر پابندی لگائی ہے، جیسے جہاد، حدود و قصاص وغیرہ کیونکہ یہ ہیومن رائٹس کی بنیاد پر قائم جمہوریت سے مزاحم ہیں اور جو اُن کے نظام کے فائدے میں ہیں ان کو دین کی طرح واجب یا حرام قرار دیاہے، جیسے چرس، ہیروئن وغیرہ۔ سود کے بارے میں تم نے آئین کا یہ آرٹیکل دیکھاہو گا کہ عوام کے مفاد کی خاطر سود کو جتنا جلد ممکن ہو بند کیا جائے گا۔ یعنی سود کو بند کرنے کی علت اللہ کی طرف سے اس کی حرمت نہیں، بلکہ عوامی مفادات کو نقصان پہنچنے کی وجہ سے ہے۔ اورانہوں نے اسلامی شریعت کے احکامات کی نفاذ کی جو بات کی ہے اس کے لئے بھی ان کے ہاں معیار ایوان کے نمائندگان کی رائے اوران کی منظوری ہے،اس لئے تو بل ان کو پیش کیا جاتاہے اوراتنے مراحل سے گزرتاہے۔ اب ایک طرف اس آئین میں اباحیت ہے، کیونکہ کوئی چیز بھی وحی کے معیار ہونے کی وجہ سے قانون نہیں بن سکتا، بلکہ اس میں ارکانِ ایوان کی رضامندی اور منظوری کو دخل ہے۔

دوسری طرف ان کے ہاں فرقِ مراتب کا فقدان ہے اوراس کی بہت سی مثالیں ہیں، ایک تو یہ کہ ان کے ہاں قانونی منظوری میں ایک عام قانون دان کی قانونی تجویز اور اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو قانون بنانا برابر ہیں، ان دونوں کو ایک ہی حیثیت دی گئی ہے، یعنی ایک عام قانون دان کے کسی قانونی تجویز اور شریعت بل دونوں پر درجہ ذیل مراحل آئیں گے: منظوری کے لئے اس کی پیشی، آئین کے ضابطہ کار سے مطابقت، بحث، ووٹنگ اور صدر کی توثیق۔

دوسری مثال یہ کہ اسلام میں بعض احکامات کا حکم فرض ہے جبکہ بعض کا حکم واجب، بعض کا سنت، بعض کا استحباب، بعض کی کراہت، بعض کی اباحت، بعض کی حرمت وغیرہ اور انہوں نے سب کو قانون بننے سے پہلے اباحت کا درجہ دیا ہے کیوں کہ آئین کی رُو سے کسی بھی جرم کے بارے میں یہ اصول ہے کہ جب تک قانون نہ بنا ہو تو وہ جرم نہیں، چنانچہ بعد میں جب قانون بن جائے تو سابقہ جرم پر سزا نہیں دی جائے گی۔

اور مشہور ہے فارسی کا ضرب المثل: اگر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی۔

یعنی اگر مراتب کا فرق نہیں کروگے تو زندیق ہو جاؤگے۔

اسلم: ماشاءاللہ! بحث کے درمیان میں ایک طرف اسلامی قانون کے نفاذ کے بارے میں آئین کے دفعات اور دوسری طرف اس میں اس کا مناقض قول اور وہ چور گیٹ جس کے ذریعے بھاگنے کا بھرپور انتظام کیا گیا ہے۔ میں تو حیران تھا کہ اس آئین پر کیا حکم لگاؤں؟ ایک طرف کہتا ہے کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے تو دوسری طرف پھر اپنے ہی اس دفعہ کا مناقض قول جرم و سزا کا تعیین صرف اور صرف ملک میں رائج قانون کرے گا، پھر قانون دانوں کی تشریح کے مطابق آئین کا کوئی حصہ دوسرے حصے پر حاکم نہیں ہے۔ تو میں حیران تھا کہ کیا کافرانہ، منافقانہ طرز ہے اس قانون کا۔ بالآخر مجھے پتہ چلا کہ یہ قانون ایک زندیقانہ قانون ہے، جس نے ہر چیز میں مکاری سے کام لیا ہے۔

لیکن میرا سوال یہ ہے کہ تم نے جو اِس آئین کو ایک اباحی قانون قرار دیا، اباحیت تو ایک عقیدہ ہے جس کی رو سے سب کچھ جائز اور مباح ہوتا ہے، کسی چیز کا کوئی دوسرا حکم نہیں ہوتا، جیسا کہ

ملل و نحل کی کتابوں میں مذکور ہے اور یہاں پر یہ حکم لگانا میرے خیال میں اس لئے ٹھیک نہیں ہے کہ اس آئین اور قانون کی رو سے بھی بعض اشیاء ناجائز ہیں، جیسے چرس، ہیروئن، چوری وغیرہ۔

خالد: میرے پیارے بھائی! اباحیت کا اطلاق جو ہم نے اس آئین پر کیا ہے، تو جان لو کہ بالکل اباحیہ کا اطلاق ایک کلیہ کے طور پر ہے جو کہ وہ لوگ ہیں جو تمام اشیاء کو مباح مانتے ہیں، لیکن ایک اس کا خصوصی اطلاق ہے اور وہ تجزی قبول کرتا ہے جو بعض اشیاء اور بعض کاموں کے بارے میں ان کا نظریہ یہ ہو۔ کیا روافض میں اباحیہ موجود ہیں؟

اسلم: جی ہاں! موجود ہیں۔

خالد: لیکن آپ کو پتہ ہے کہ روافض کے جو اباحیہ ہیں وہ تمام اشیاء کو مباح نہیں سمجھتے؟

اسلم: مجھے نہیں پتہ۔

خالد: لیکن بہت سے احکامات ان کے ہاں ایسے ہیں جو کہ فرض ہیں، بعض ایسے ہیں جو کہ حرام ہیں، لیکن پھر بھی ان کو اباحیہ کہا جاتا ہے؟

اسلم: وہ کیسے؟

خالد: باقی احکامات کو تو چھوڑیئے، لیکن تم کو تو اتنا معلوم ہے کہ روافض (خذلہم اللہ) حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے تبرا کرتے ہیں اور اس تبرا کو فرض اور ان سے محبت کو حرام سمجھتے ہیں؟

اسلم: بالکل! یہ تو روافض کا بنیادی عقیدہ ہے جو کسی کے رافضی بننے کے لئے بنیادی شرط ہے اور اس کے بغیر کوئی رافضی نہیں ہو سکتا۔

خالد: تو دیکھو! ان کے ہاں فرض بھی موجود ہے جو شیخین رضی اللہ عنہما سے تبرا ہے اور ان کے ہاں حرام بھی موجود جو اِن دونوں سے محبت ہے، لیکن پھر بھی بعض احکامات کی وجہ سے ان کو اباحیہ کہا جاتا ہے جس کے حرمت کے وہ قائل نہیں ہے۔

اسلم: جی ہاں! بات سمجھ میں آگئی۔

خالد: تو جب بات آپ کے سمجھ میں آگئی تو میرا مقصد یہ ہے کہ اباحیت کا عقیدہ اطلاق خاص کے اعتبار سے تجزی قبول کرتا ہے اور اس کی رو سے جب یہ آئین وحی کے بنیاد پر نہیں، بلکہ اپنی بنیادوں پر حرمت واباحت کا قائل ہے، اگر کسی چیز کی حرمت پر قانون بن جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ قانون بننے سے پہلے وہ مباح تصور کیا جائے گا، اور ساتھ ساتھ (جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا) اس نے بعض فرض احکامات کو فقط اجازت دی ہے جو کہ اباحت ہے۔

اسلم: اعوذ باللّٰہ مما یمکرون۔

خالد: اب میرا ایک اور سوال سن لو، کسی مسلمان کو کافر کہنے کا کیا حکم ہے؟

اسلم: بغیر کسی دلیل کے کفر ہے، جیسا کہ حدیث اس پر ناطق ہے۔

خالد: اور کسی کافر کو مسلمان سمجھنا کیسا ہے؟

اسلم: وہ بھی کفر ہے، جیسا کہ شاہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے۔

ومن لم يكفر كافريها يجر له الانكار يستويان

ترجمہ: اور جس نے اس کے (ختمِ نبوت) کے منکرین کی تکفیر نہیں تو یہ انکار اس کو بھی کھینچتی ہے اور پھر وہ دونوں (منکر اور تکفیر نہ کرنے والا) کفر مس مساوی ہیں۔(اکفار الملحدین)

خالد: قادیانی کون ہیں؟

اسلم: وہ تو غلیظ ترین کافر ہیں، کیونکہ وہ ختمِ نبوت کے منکر ہیں اور ختم نبوت ضروریاتِ دین میں سے ہے، جس میں جہل کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

خالد: کیا آپ کو پتہ ہے کہ اس ملک کے بننے کے بعد اس ملک میں کسی زمانے تک اسی ملک کے قانون کی رو سے یہ لوگ مسلمان سمجھے جاتے تھے؟

اسلم: بالکل وہ تو کل تک مسلمان سمجھے جاتے تھے۔

خالد: تو کیا وہ آئین اور قانون جس کی رو سے قادیانی جیسے کافر مسلمان ہوں' اسلامی ہو سکتا ہے؟

اسلم: نہیں! بالکل نہیں۔

خالد: یہ تو چھوڑو، کیونکہ وہ تو اب قانون کی رو سے کافر شمار کئے جاتے ہیں، لیکن روافض کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو شیخین کی خلافت اور ان کے ایمان کے بھی منکر ہیں؟

اسلم: ان کے کفر میں کون شک کر سکتا ہے؟!

خالد: کیااس آئین کی رو سے قانوناًوہ لوگ کافر سمجھے جاتے ہیں یا مسلمان؟

اسلم: بلکہ مسلمان سمجھے جاتے ہیں۔

خالد: اب ان کو مسلمان سمجھنا کیسا ہے؟

اسلم: کفر ہے۔

خالد: اب آئینِ پاکستان اور پاکستان کے اساسی قانون کے بارے میں کیا خیال ہے؟

اسلم: کفر در کفر ہے۔

خالد: اب اس آئین پر قائم جمہوریت کیا اسلامی ہو سکتی ہے؟ کیا یہ بناء الفاسد علی الفاسد نہیں؟ کیا مشرقی اور مغربی، اسلامی اور کفری، لبرل اور مذہبی جمہوریت میں کوئی فرق رہ گیا؟

اسلم: بالکل نہیں! میں تو نہیں کہتا لیکن یہ لوگ کہتے ہیں کہ آئین کی رو سے اسلامی احکامات کی قانون سازی کا جو جواز موجود ہے اس کی رو سے یہ اسلامی ملک ہے؟

خالد: ماشاءاللہ! آفرین بر علم غلام جان، جنگ ہماری اسی بات پر ہے کہ اس نے اسلامی احکامات کے قانون بننے کا جواز دیا ہے، جبکہ ہم بغیر کسی منظوری کے ہر وقت اسلامی احکامات کو واجب الاطاعت قانون سمجھتے ہیں اور یہ (وجوب) اس کی ذاتی صفت مانتے ہیں جو کسی بھی وقت ان احکامات سے جدا نہیں ہو سکتا۔ آئین میں صرف وعدے کی موجودگی سے یہ قانون اسلامی بن سکتا ہے؟ اگر کوئی یہ کہے کہ میں مستقبل میں ایمان لاؤں گا تو اس کا کیا حکم ہو گا؟

اسلم: کافر ہی سمجھا جائے گا۔

خالد: تو اس کی مثال تو ایسی ہی ہے اور اس میں بھی اس اُعجوبہ کو دیکھو کہ پھر کیا کہتے ہیں قانون تب بنے گا جب دو تہائی اکثریت اس کو پاس کریں، کیا امریکی آئین نے اس بات کی نفی کی ہے کہ اگر دو تہائی اکثریت اسلامی بل کو منظور کرے تو یہاں پر اسلامی نظام نافذ نہیں ہو گا؟

اسلم: نہیں! امریکہ کی آئین میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ یہ بات لبرل جمہوریت کے بھی خلاف ہے، اس لئے کہ لبرل جمہوریت بھی تو آزادی دیتی ہے اور آزادی یہ ہے کہ عوام کو جو کچھ منظور ہو وہ قانون بن سکے۔

خالد: ماشاءاللہ! تو جو چیز یہ لوگ اسلامی جمہوریت کے ممیز اور فصل کے درجے میں پیش کرتے ہیں وہ ممیز نہیں، بلکہ وہ لبرل جمہوریت کے ساتھ مشترک ہے، یعنی اُس میں بھی دو تہائی اکثریت کے منظور کرنے کے بعد اسلامی قوانین کو قانون کا درجہ مل سکتا ہے اور اسلامی جمہوریت کی رو سے بھی، تو پھر یہ ایک علیحدہ قسم کیسے بن گئی، حالانکہ ایک قسم کی تمیز دوسری قسم سے اس چیز پر ہو سکتی ہے جو اُن کے درمیان مشترک نہ ہو، جیسے انسان جب حمار سے جدا ہوتا ہے تو وہ حیوان کی وجہ سے نہیں، اس لئے کہ وہ دونوں کے درمیان مشترک ہے، بلکہ ناطق کی وجہ سے (جو کہ کسی بھی صورت گدھے میں موجود نہیں ہے) جدا ہوتا ہے۔ پس جب یہ ممیز (جو کہ دو تہائی اکثریت سے اسلامی حکم کو قانون کا درجہ دینا ہے) لبرل اور اسلامی دونوں کے درمیان مشترک ہے یہ کسی بھی صورت اسلامی جمہوریت کے لبرل سے الگ ایک قسم بننے کے لئے کافی نہیں ہے، بلکہ یہ لبرل جمہوریت ہی سمجھا جائے گا۔

اوراب سکے کادوسرا رخ دیکھو! کفر کے ارادے کی وجہ سے بندہ کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟

اسلم: جی ہاں! کافر ہو جاتا ہے۔

خالد: کیا اس آئین کی رو سے اگر کوئی بل غیر اسلامی ہو وہ دو تہائی اکثریت سے پاس ہو جائے تو وہ قانون بنے گا یا نہیں؟

اسلم: لیکن انہوں نے تو دفعہ ۲۲۷ میں کہا ہے کہ کوئی قانون قرآن وسنت کے منافی نہیں بنے گا اور ایسا قانون اسلامی نظریاتی کونسل اس حد تک ردّ کرے گا جس حد تک وہ اسلام کے منافی ہو۔

خالد: لیکن اسلامی نظریاتی کونسل کا فیصلہ آنے کے بعد پارلیمنٹ کیا کرے گی؟

اسلم: آئین کی رو سے نظرثانی کرے گی۔

خالد: صرف نظرثانی ہی ہے۔

اسلم: لیکن یہ بات کہ منافات کی صورت میں قانون نہیں بنے گا۔

خالد: فائنل فیصلے کا اختیار کس کے پاس ہے؟

اسلم: وہ تو پارلیمنٹ کے پاس ہے۔

خالد: تو کیا نظریاتی کونسل کو انہوں نے بے فائدہ نہیں کیا؟

اسلم: جی ہاں!

خالد: یہ بتاؤ کہ نظریاتی کونسل کا کام صرف سفارشات پیش کرنا نہیں؟

اسلم: وہ تو ہے۔

خالد: تو کیا سفارش ماننا لازم اور فرض ہے؟

اسلم: نہیں، بلکہ سفارش میں جس کو سفارش کی جاتی ہے وہ خود مختار ہوتا ہے، چاہے منظور کرے چاہے ردّ کرے اور اس پر حدیث بریرۃ رضی اللہ عنہا دال ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مغیث کے بارے میں سفارش کی تو اس نے پوچھا: کیا یہ امر ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ سفارش ہے۔ چنانچہ حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا سفارش پر نہیں عمل کیا۔ اگر سفارش امر کے درجے میں ہو تو پھر سفارشات کے پیش کرنے کا کیا مطلب؟ بلکہ پھر تو ایوان (پارلیمنٹ) کو ضرورت ہی نہیں تھی، بلکہ نظریاتی کونسل کافی تھی۔

خالد: اب ایک دوسرا سوال، کسی بھی حکم کے بارے میں جب نظریاتی کونسل کا فیصلہ مؤخر ہو جائے تو غیر اسلامی حکم قانون بن سکتا ہے؟

اسلم: ہاں! آئین کی رو سے تاخیر کی صورت میں صدر اور پارلیمنٹ ایسا کر سکتے ہیں اور آئین کی تصریح کے مطابق یہ کام عوامی مفادات کے تحت کیا جاتا ہے۔

خالد: تو کیا اس صورت میں غیر اسلامی قانون کو پذیرائی حاصل نہیں ہوئی؟

اسلم: بالکل حاصل ہوئی۔

خالد: اب غیر اسلامی حکم کو قانون بننے کا یہ حق کس نے دیا؟

اسلم: پاکستان کے آئین نے۔

خالد: کون سی دفعہ کے تحت؟

اسلم: (۳) ۲۳۰ کے تحت۔

خالد: تو یہ ہے ان کا اسلامی آئین، لیکن اب اپنے اصلی سوال کی طرف آتے ہیں کہ کیا اس آئین میں جس طرح انہوں نے دو تہائی اکثریت کے منظوری کی شرط اسلامی احکامات کے لئے دی ہے اور یہ وعدہ موجود ہے تو اسی طرح دو تہائی اکثریت سے غیر اسلامی قانون کی منظوری کا وعدہ بھی کیا ہے جب کہ پہلا ہم کو کبھی عملی طور پر مشاہدے میں نہیں آیا اور دوسرے کا ہم نے بارہا مشاہدہ بھی کیا تو اب جب دونوں سے آئین مرکب ہے تو نتیجہ اخس ارذل کے تابع ہونے کی وجہ سے یہ آئین غیر اسلامی شمار ہو گا کہ اسلامی؟

اسلم: غیر اسلامی۔

خالد: اب آتے ہیں پھر اصلی موضوع کی طرف۔ یہ کونسی جمہوریت ہے؟

اسلم: لبرل جمہوریت ہے، اور لبرل کا معنیٰ چونکہ آزادی کے ہیں، تو اپنے لبرل زم کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے شرائط پر پورا اُترنے کے بعد (دو تہائی اکثریت) ہر قسم کی قانونی تجویز کو قانونی حیثیت حاصل ہو سکتی ہے، چاہے وہ اسلامی ہو، یہودی ہو، نصرانی یا دوسرے قوانین۔

خالد: بلکہ لبرلزم تو جمہوریت کی ماہیت میں داخل ہے اور جمہوریت لبرل ہی ہے، کوئی دوسری قسم نہیں ہے، اس لئے کہ جمہوریت تو ہے ہی عوام کی حکومت اور اس میں قانون سازی کا

آزادانہ اختیار عوام کو حاصل ہے۔ اب اگر وہ اسلام کے بارے میں یہ حکم صادر کرے کہ دو تہائی اکثریت کی منظوری کے بعد کوئی بل قانون کے درجے تک پہنچ سکتا ہے بشرطیکہ وہ اسلامی نہ ہو تو یہ ان کے اپنی لبرلزم کے خلاف ہوگا، کیونکہ یہ تو پھر آزادی نہیں بلکہ پابندی ہو گئی۔ یہ اسلام کی اس لحاظ سے قدر و منزلت نہیں رکھتی کہ یہ وحی کی بنیاد پر کھڑا ہے، بلکہ اس لحاظ سے کہ اس پابندی سے اس کی اپنی آزادی متاثر ہوتی ہے اور یہ اکثریت اگر عیسائی احکامات کو مل جائے تو اس کے لئے بھی یہ حیثیت ہے اور یہودی احکام کو مل جائے تو وہ بھی قانون بن سکتا ہے، تو جمہوریت کی رو سے گویا تمام ادیان چاہے وہ اسلام ہو، یہودیت ہو، نصرانیت ہو، ہندو مت ہو یا بدھ مت سب کی حیثیت ایک ہے۔ اب آپ بتائیں کہ کیا یہ مساوات دینا ہمارے لئے قابلِ فخر ہے جس پر ہم فخر کرتے ہیں کہ اس سے یہ " مبارک جمہوریت " اسلامی بن گئی ہے اور جس کی وجہ سے کوئی اسلامی حکم قانون بننے کے لئے اتنے سارے امتحانات سے گزرتا ہے؟

اسلم: نہیں! یہ بات تو قابلِ فخر نہیں، بلکہ باعثِ شرم ہے کہ ہم اسلامی کا نام دے کر اس کو اسلامی بنائیں۔

خالد: بس یہاں پر تو غضب یہی ہے کہ جب بھی کفار کوئی نیا کفر نکالتے ہیں تو مسلمان کوشش کرتے ہیں کہ اس کفر جیسی کوئی چیز بنائیں اور اس کو اسلام کا نام دے دیں، مثال کے طور پر ایک وقت تھا جب کمیونزم کا اشتراکی مذہب عروج پر تھا تو مسلمانوں نے اس کے مقابلے میں اسلامی اشتراکیت نکالی، جس طرح مغرب میں سودی بینک موجود ہے اسی طرح ہمارے ہی ملک کے اندر یہ سود کا ادارہ مسلم کمرشل کے نام سے موجود ہے، اور جس طرح وہاں جمہوریت ہے ہمارے لوگوں نے بھی ان کی طرح ایک اسلامی جمہوریت بنائی ہے۔

اسلم: لیکن یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم نہ جائیں تو ہماری جگہ فساق وفجار بیٹھیں گے؟

خالد: پارلیمنٹ بلکہ دونوں ایوانوں کا ذکر تو تم نے سنا اور اس کے اختیار، اس کا دائرہ کار، اور پھر شریعت بل کے دوران ان کا شریعت کے اوپر بالادستی کے بارے میں تو تم نے سنا؟

اسلم: بالکل میں نے سنا اور وہ سب کچھ میں نے محفوظ بھی کیا۔

خالد: تو اب آپ کے خیال کے مطابق پارلیمنٹ بہت بدتر ہو گا یا سنیما ہال؟

اسلم: پارلیمنٹ تو بدرجہا بدتر ہے، کیونکہ اس کا یہ طریقہ کار تو کفر ہے، جبکہ سنیما ہال میں جانا گناہ کبیرہ تو ہے لیکن وہاں پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ کفر نہں تک۔

خالد: اب اگر کوئی مولوی صاحب اس لئے سنیما جائے کہ میری جگہ کوئی فاسق وفاجر بیٹھے گا تو یہ کیسے ہو گا؟

اسلم: یہ تو ٹھیک نہیں ہے، لیکن سنیما میں جو بندہ جاتا ہے وہ تو فلم دیکھنے کے لئے جاتا ہے، اگر وہ اس نیت سے جائے کہ سنیما میں فلاں سیم بند کردے تو پھر تو ٹھیک ہے اور یہ لوگ بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم تو وہاں ان قوانین کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔

خالد: لیکن یہ خاتمہ اور شریعت کی حکمرانی کس طریقے سے؟

اسلم: جمہوری طریقے سے۔

خالد: اور جمہوری طریقہ تو آپ نے سنا کہ اس میں شریعت کا کتنا مذاق اڑایا جاتا ہے؟ پاس وفیل، منظوری ونامنظوری، شرعی حکم پر بحث اور اس پر ووٹنگ، کیا یہ سب کچھ تم کو یاد ہیں؟

اسلم: بالکل یاد ہیں۔

خالد: تو اب کیا شریعت کے نفاذ کے لئے یہ طریقہ جائز ہے؟ اور کیا اس طریقے سے شریعت کا صحیح نفاذ ممکن ہے؟

اسلم: نہ ممکن ہے اور نہ جائز ہے۔

خالد: جب سنیما میں وہ فلم بند بھی نہیں کر سکتا اور اگر کر سکتا ہے اور اس سے زیادہ محظور اور حرام کام لازم آتا ہے اور شریعت کا مذاق اڑایا جاتا ہے پھر سنیما میں جانا کیسا ہے؟

اسلم: پھر تو ٹھیک نہیں ہے۔

خالد: تو جب سنیما (جو کہ پارلیمنٹ سے کمتر ہے) جانا اس نیت سے کہ پھر کوئی فاسق میری جگہ جائے گا ٹھیک نہیں ہے تو پارلیمنٹ میں جانا کیسے جائز ہو گا۔

اسلم: لیکن یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم اسلامی قوانین کو نافذ نہ کر سکیں تو کم از کم ان بڑے کفری قوانین کو تو نافذ نہیں ہونے دیں گے؟

خالد: اس کا جواب میں دو شقوں میں دوں گا، ایک یہ کہ بندہ جب پارلیمنٹ کا رکن بنتا ہے تو اس سے حلف لیا جاتا ہے یا نہیں؟

اسلم: لیا جاتا ہے۔

خالد: کس چیز پر؟

اسلم: کہ وہ آئین کا مکمل وفادار اور پاسدار ہو گا۔

خالد: تو اس کفری آئین پر یہ حلف اٹھانا کیسا ہے؟

اسلم: یہ تو بہت ہی محظور اور نا روا ہے۔

خالد: تو ان قوانین کو بند کرنے کے لئے جو زیادہ کفری ہے اس کے لئے اس عمل (آئین کی پاسداری کا حلف اٹھانے) کا ارتکاب کرنا کیا تمہارے خیال میں ٹھیک ہے؟

اسلم: لیکن اگر وہ نیتمیں آئین کے وہ شرعی احکامات رکھے اور قسم کھائے؟

خالد: لیکن قسم میں تو اس شخص کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے جو قسم لیتا ہے اور اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا جو قسم کھاتا ہے۔

اسلم: بالکل صحیح۔

خالد: اب جواب کا دوسرا شق ملاحظہ ہو، اگر کوئی شخص سنیما میں اس لئے داخل ہو کہ اس میں مکمل ننگی فلاں یا لگائی جاتی ہیں اور سنیما میں جانے والے اس شخص کا دعویٰ ہے کہ میں کم از کم اگر مکمل پابندی نہ لگا سکوں تو ایسی فلاں یک لگاؤں گا جو اس قدر فحش نہ ہوں، بلکہ قدرے مہذب ہوں، تو یہ کام ٹھیک ہو گا؟

اسلم: نہیں جی!

خالد: توسنیما پر پارلیمنٹ کو قیاس کرو، اگرچہ وہ گناہ میں سنیما سے بہت زیادہ ہے۔

اسلم: ٹھیک ہے۔

خالد: جمہوریت کی ماہیت کفر ہے، اس کے موجدین (افلاطون وغیرہ) کافر تھے، اس کو ہمارے ممالک میں لانے والے کفار ہیں اور اس نے خلافت اسلامی کو ختم کر کے اس کی جگہ لی ہے، جیسا کہ ترکی میں ہوا، خلافت عثمانیہ جو مسلمانوں کی اُمید کی آخری کرن تھی، اس کو جن لوگوں نے ختم کیا اس کی جگہ انہوں نے جمہوریت قائم کی، اور دنیا میں سب سے بڑے غدار اور مرتد مصطفی کمال نے یہ سب کچھ کیا، آج ترکی میں مثالی جمہوریت قائم ہے اور امریکہ اور اقوام متحدہ کی بھی یہی کوشش ہے کہ وہ دنیا میں جمہوریت کو بحال کرے۔ اب تم بتاؤ کہ جس نظام کی ماہیت کفر ہو، جس کے بنانے والے کافر ہوں، جسے ہمارے علاقوں میں لانے والے کافر ہوں، جو نظام اسلامی خلافت کا قاتل ہو، جس کی تقویت کے دعویدار آج بھی کفار ہوں، تو کیا یہ (نظام) اسلامی ہو سکتا ہے؟! اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ میرا باپ انگریز ہے، میرا دادا انگریز تھا، میری ماں جرمن ہے اور میں خود پکا پٹھان ہوں۔ عجیب ہے یہ ترکیب جسے لوگوں نے بنایا ہے۔

اسلم: لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ کیا پاکستان میں سیکولر جمہوریت نافذ ہے؟

خالد: تم کو پتہ ہے سیکولرزم کسے کہتے ہیں؟

اسلم: سیکولرزم تو لوگ بے دینی کو کہتے ہیں۔

خالد: لیکن در حقیقت سیکولرزم وہ نظام ہے جو انفرادی زندگی میں کسی طور دین پر پابندی نہیں لگاتا، لیکن اجتماعی زندگی میں دین کو نہیں چھوڑتا، گویا کہ سیکولرزم کی ایک جابرانہ حیثیت ہے اور وہ اس حیثیت سے دین پر اجتماعی نظام میں پابندی کی شکل میں نمودار ہوا ہے اور ایک ہے اس کی آزادی کی حیثیت اور اس کا مظہر ہے انفرادی طور پر دین کی اجازت، گویا سیکولرزم کا فارمولا ہے: ماللہ للہ، وما للقیصر للقیصر، یعنی جو اللہ کے لئے ہیں وہ اللہ ہی کے لئے ہوں گے یعنی اس میں قیصر (حکومت اور بادشاہ) مداخلت نہیں کرے گا اور جو حکومت کے لئے ہیں وہ حکومت کے لئے ہوں گے یعنی اس میں اللہ کی مداخلت نہیں ہوگی۔ یعنی دین انفرادی حد تک محدود رہے گا اور اجتماعی امور میں مداخلت نہیں کرے گا اور حکومت اجتماعیت سے تعلق رکھے گا اور انسانوں کی انفرادی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اب پاکستان میں جیسا کہ ہم نے ثابت کیا کہ نام نہاد اسلامی جمہوریت کا راج ہے لیکن یہ در حقیقت سیکولر جمہوریت ہے۔

اسلم: کیسے سیکولر جمہوریت ہے؟! اس نے تو دین کو آزاد چھوڑا ہے کہ جب بھی اسلامی قوانین ایوان میں اکثریت منظور کریں تو وہ نافذ ہو سکتے ہیں؟

خالد: بار بار باتوں کا تکرار نہیں کریں گے، کیا آپ خود یہ نہیں کہتے ہیں کہ ایوان کی اکثریت اس کو منظور کرے پھر اس کو جگہ مل سکتی ہے، یہ ہے دین کے اجتماعی امور میں مداخلت پر پابندی، کیونکہ دین تو اس وقت ہوتا جب اس کو دین ہونے اور وحی کی بنیاد پر کھڑے ہونے کی وجہ سے قانون مانا جائے، لیکن یہاں پر ایسا نہیں، بلکہ ارکان ایوان کی منظوری کی وجہ سے اس کو پذیرائی حاصل ہو سکتی ہے۔ تو یہ ایک مشروط اجازت ہے اور اس شرط کے پورا ہونے پر پھر وہ احکامات خدائی احکامات نہیں رہ سکتے، یعنی یہاں پر دین کی قانونیت من حیث انہ دین نہیں ہے، بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ

اس کو اکثریت نے پسند کیا اور اکثریت اس پر راضی ہوئی۔ چنانچہ اس کو ڈیمو کریٹک اسلام کہا جاتا ہے۔

اسلم: ڈیمو کریٹک (جمہوری) اسلام! یہ نام تو میں نے پہلی بار سنا؟

خالد: اس موضوع پر تو ایک مستقل کتاب موجود ہے جس کا نام ہے سول ڈیمو کریٹک اسلام پارٹنر ریسور سز اینڈ سٹریٹجیز، یعنی ایک مدنی اور جمہوری اسلام اس کے لئے کام کرنے والے، اس کے منابع، اور اس کی اسٹراٹیجی۔

اسلم: یہ کتاب کس کی ہے؟

خالد: یہ ایک یہودی عورت (جس کا نام شیریل برنارڈ ہے جو رینڈ کارپوریشن میں کام کرتی ہے) نے لکھی ہے اور یہ عورت زلمے خلیل زاد کی بیوی ہے اور یہودی عالمی تنظیم فری میسن کے لئے کام کرتی ہے، یہ کتاب تقریباً ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں اس اسلام کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ ہمیں وہ اسلام لانا چاہیئے جس کی بنیاد وحی کی بجائے عوام کی رائے اور خواہش پر ہو اور جس کو عوام خود تشکیل دیتے ہوں اور اس میں ترمیم و تبدیلی ہو سکتی ہو۔

اسلم: بس! اب میں سمجھ گیا کہ پاکستان کی آئین میں جتنا بھی اسلام کا ذکر ہے یہ وہی اسلام ہے، کیونکہ آئین کی رو سے بھی (جیسا کہ ہم نے بار بار ذکر کیا) اسلام اور اسلام کے احکامات تب ہی قانون بن سکتے ہیں جب عوامی نمائندگان اس کو منظور کریں اور اگر وہ منظور نہ کریں تو خدائی قانون ہونے کے باوجود یہ واجب العمل قوانین نہیں سمجھے جاتے۔

خالد: بس! یہی مسئلہ تھاناں! اب آپ بتائیں کہ کیا پاکستان میں جمہوریت' وہ سیکولر جمہوریت نہیں ہے جو کہ دین کو اپنے ترازو پر تولنے کے بعد اس کو قبولیت یا مسترد ہونے کی سند فراہم کرتی ہے؟اور جو اپنے قواعد کو اسلام پر بھی لاگو کرتی ہے؟

اور دین کے دخل کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ وہ خود حاکم ہو،اور حاکم ہونے کا مطلب ہے کہ اس کا تقدس ہوتا ہے کہ کوئی اس کو ردّ نہیں کر سکتا اور ہر چیز اس کے ترازو پر تولی جاتی ہے،یعنی کسی حکم کے قانون بننے کے لئے خود دین اور اصول شرع معیار ہے،اور اس کے سوا کوئی معیار نہیں ہے۔دین کا دعویٰ یہ ہے کہ میں حق ہوں اور بس۔یہ نہیں کہ میں بھی حق ہوں، جبکہ ان لوگوں کے ہاں معیار دوسری چیز ہے جو کہ اکثریت ہے اور دین کو اس پر تولا جاتا ہے۔

اسلم: بالکل یہاں ایک بدترین سیکولرزم ہے، لیکن یہ لوگ جو خود اسی جمہوریت کا حصہ ہیں اور دیواروں پر لکھتے ہیں اور نعرے لگاتے ہیں کہ ہم سیکولر نظام نہیں مانتے اور سیکولرزم کو نافذ نہیں ہونے دیں گے، کیا عجیب ہے ان کا یہ نعرہ؟!

خالد: بالکل! ان کی مثال اس طوطے کی ہے جس کا واقعہ فارسی کے ایک کتاب میں ہے کہ ایک جگہ ایک باغ میں طوطے جمع ہوتے تھے،(پہلے میں تم کو یہ بتاؤں کہ شکاری طوطے کو کیسے شکار کرتا ہے،ایک لکڑی جیسے بانس اور نل (جس سے بچے قلم بناتے ہیں) وہ لکڑی جس کے اندر سوراخ ہوتا ہے میں دھاگہ ڈالتا ہے اور دونوں طرف سے وہ دھاگہ نکال کر اس کو درخت کے دو شاخوں کے ساتھ لٹکاتا ہے اور طوطے کی عادت یہ ہے کہ اس کو جھولنا بہت پسند ہے،وہ کسی ایسے شاخ پر بیٹھتا ہے جس پر وہ جھول سکتا ہو، طوطا آکر اس لکڑی پر بیٹھ جاتا ہے،اندر سے خالی ہونے کی وجہ

سے وہ گھوم جاتا ہے، طوطا اپنا پنجہ لکڑی پر سختی سے لگا کر نیچے کی طرف آویزاں ہو جاتا ہے اور ڈرتا ہے کہ اگر اس نے پاؤں چھوڑ دیئے تو وہ زمین پر گر کر مر جائے گا وہ اسی حالت میں ہوتا ہے کہ شکاری آکر اسے آسانی سے پکڑ لیتا ہے) اسی طرح شکاری اس باغ میں شکار کرتے تھے ایک دن ایک آدمی نے سوچا کہ کیوں نہ ان بیچارے طوطوں کو اس راز سے خبردار کروں۔ وہ آیا اور اس نے ان طوطوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں جو کچھ کہوں تم اسے یاد کرو، چنانچہ اس نے سبق سکھانا شروع کیا کہ ہم باغ میں آئیں گے تو بیٹھنے سے پہلے دیکھیں گے کہ کسی نے دام تو نہیں رکھا ہے، اگر رکھا ہے تو اس پر نہیں بیٹھیں گے اور اگر بیٹھ جائیں تو پھر ڈریں گے نہیں، بلکہ پاؤں کو چھوڑ کر پر ماریں گے اور بھاگیں گے، تقریباً ایک ہفتے میں طوطوں نے سبق زبانی یاد کیا، بالآخر ایک دن وہ آدمی راستے پر جا رہا تھا، دیکھا کہ ایک شکاری کے پاس پنجرے میں ایک طوطا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ہم باغ میں آئیں گے تو بیٹھنے سے پہلے دیکھیں گے کہ کسی نے دام تو نہیں رکھا ہے، اگر رکھا ہے تو اس پر نہیں بیٹھیں گے اور اگر بیٹھ جائیں تو پھر پاؤں چھوڑ کر پر مار کر بھاگیں گے۔ تو استاد محترم نے کہا: بس کرو یہ ! اب تو تم نے وہ کام کیا ہے او رتم اس دام میں پھنس گئے ہو۔ یہ لوگ بھی اس طوطے کی طرح سیکولرزم کی دام میں پھنس کر اب لبرل جمہوریت کے پنجرے.ں ر بند ہیں، لیکن اس طوطے کی طرح اب بھی ماشاءاللہ اپنا سبق یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سیکولرزم کو نہیں مانتے اور سیکولرزم کو یہاں نافذ نہیں ہونے دیں گے۔

ایک اور قصہ سنئے کہ چند سال قبل انگریزی زبان کی عالمگیریت کے خلاف ایک احتجاج نکلا تھا، ان کے ہاتھوں میں بینرز تھے جن میں انگریزی زبان کے خلاف نعرے درج تھے، لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ وہ سب بینرز انگلش میں لکھے گئے تھے۔

اسلم: بہت خوب! یہ مثال بالکل ان کے موافق ہے۔ لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ اب ووٹ اور جمہوریت میں فرق ہے یا نہیں ہے؟

خالد: ووٹ بمعنٰی رائے ہے اور یہ جمہوریت کی اکائی ہے۔

اسلم: یہ جمہوریت کی اکائی کیسے ہے؟ کیونکہ رائے تو خلیفہ بنانے کے لئے بھی لی جاتی ہے۔

خالد: لیکن وہاں پر رائے کس سے لی جاتی ہے؟

اسلم: اہل حل وعقد کی جو شوریٰ ہوتی ہے ان سے رائے لی جاتی ہے۔

خالد: فرق تو یہ ہے کہ وہاں پر معیار اہل حل وعقد، علم اور کمال ہے اور یہاں پر محض اکثریت ہے اور وہاں پر تشکیل شدہ شخص کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے قانون کو نافذ کرتا ہے اور یہاں پر تشکیل شدہ لوگوں کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ آزادانہ قانون سازی کرتے ہیں۔

اسلم: تو کیا ووٹ دینا اور لینا ناجائز ہے؟ اور اگر ناجائز ہے تو وجہ کیا ہے؟

خالد: ووٹ دینا اور لینا ناجائز ہے، اور اس کی حرمت لعینہ اور لغیرہ دونوں ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ ووٹ دینے والوں میں فاسق، متقی، عالم، جاہل، مرد اور عورت، مسلمان اور کافر سب برابر ہوتے ہیں، جبکہ ان سب کی مساوات حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: {أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِناً كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسْتَوُونَ}

ترجمہ: بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو؟ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ (السجدہ: ۱۸)

عالم اور جاہل کے درمیان فرق یوں بیان فرماتے ہیں : {قُلْ ہَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُونَ}

ترجمہ: بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (الزمر: ۹)

اور مرد و عورت کے درمیان فرق یوں بیان فرماتے ہیں: {اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَہُمْ عَلَى بَعْضٍ}

ترجمہ: مرد عورتوں پر حاکم و مسلط ہیں، اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے۔ (النسائ: ۳۴)

اور کفر اور اسلام تو کسی صورت برابر نہیں۔ اللہ تعالی نے اس کی مختلف مثالں ن دی ہیں، جیساکہ فرماتے ہیں: {ہَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ}

ترجمہ: کیا اندھیرے اور اُجالا برابر ہو سکتے ہیں؟ (الرعد: ۱۶)

{ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً رَّجُلاً فِيْہِ شُرَكَائُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلاً سَلَماً لِّرَجُلٍ ہَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلاً الْحَمْدُ لِلّٰہِ بَلْ أَكْثَرُہُمْ لَا يَعْلَمُونَ}

ترجمہ: اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک شخص (غلام) ہے جس میں کئی (آدمی) شریک ہیں (مختلف المزاج اور) بدخو اور ایک آدمی خاص ایک شخص کا (غلام) ہے، بھلا دونوں کی حالت برابر ہے؟ (نہیں) الحمدللہ! بلکہ اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (الزمر: ۲۹)

یہ تو ووٹ کے دوران ہوتا ہے، یہ ووٹ کی اپنی حیثیت اور اپنا اپنا قانون ہے، لیکن ووٹ کے بعد جو نظام تشکیل دی جاتی ہے اس نظام کا تفصیل تو ہم نے ذکر کیا کہ وہ لبرل جمہوریت ہے جو قانون سازی کا مطلق اختیار بندے کو دیتا ہے اور یہ حرام اور کفر ہے۔

اسلم: لیکن کیا سبب پر وہ حکم لگایا جاتا ہے جو مسبَّب کا ہوتا ہے؟

خالد: جی ہاں! جب سبب قریب ہو اور اس کے بغیر مسبب کا موجود ہونا مشکل ہو تو اس وقت مسبب کا حکم سبب کو منتقل ہو جاتا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے الشاطبیہ) اور ووٹ جمہوریت کے لئے سبب قریب نہیں بلکہ سبب اقرب ہے اور اس کے بغیر تو موجودہ جمہوریت (جس کو ''جمہوریت نائبہ'' بھی کہا جاتا ہے) ممکن نہیں ہے، بلکہ اگر میں یہ کہوں تو غلط نہیں ہوگا کہ ووٹ آج کل جمہوریت کے لئے بمنزلہ علت جعلی ہے تو درست ہوگا، اس لئے کہ اس کے بغیر امکان نظر نہیں آتا۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے جب زنا حرام کیا تو اس کے ساتھ دواعی زنا اور اس کے مقدمات کو بھی حرام کیا جیسا کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونا، عورت کا اپنی زینت کی نمائش کرنا، اجنبی عورت کو دیکھنا وغیرہ اور اللہ تعالی نے جب شراب کو حرام کیا تو اس کے ساتھ ساتھ بنانے والے، پلانے والے اور خرید و فرخت کرنے والے سب پر لسان نبوت کے ذریعے لعنت فرمائی: "لعن اللہ الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة اليہ" ۔ (ابوداؤد، حدیث:۳۶۷۶)

ترجمہ: اللہ لعنت کرتا ہے، شراب پر، اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس کے فروخت کرنے والے، اس کے خریدنے والے پر، اس کا رس نکالنے والے پر، اس کا رس نکالنے کو

طلب کرنے والے پر،اس کو اٹھانے والے (لیجانے والے) پر اور اس شخص پر جس کی طرف یہ شراب لیجائی جائے۔(ابو داؤد، حدیث:۳۶۷۶)

اسی طرح ربا کے بارے میں بھی لعنت وارد ہے۔

اسلم: لیکن اگر ہم کسی کو ووٹ دے دیں وہ تو ایک خود مختار بندہ ہوتا ہے، پھر وہ جانے اور اس کا کام جانے، فقہ کا مشہور قانون ہے کہ جب کسی چیز پر حکم مرتب کرنے کے لئے فعلِ مختار درمیان میں آتا ہے تو سبب پر حکم لاگو نہیں ہوتا، مثال کے طور پر کوئی بندہ انگور بیچتا ہے اور دوسرا شخص خرید کر اس سے شراب بناتا ہے تو بیچنے والے کا اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

خالد: نہیں بھائی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ}

ترجمہ: اور (دیکھو) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔(المائدہ: ۲)

اور کسی کیساتھ گناہ کے اسباب میں مدد کرنا گناہ ہی ہے۔ووٹ کو انگور بیچنے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے،اس لئے کہ یہاں پر یہ بات پہلے سے معلوم ہے کہ جو ووٹ دیا جاتا ہے وہ جمہوریت کو مستحکم کرنے کے لئے اور جمہوری اصول کے مطابق بدونِ فرق بین الفاسق والفاجر اور بین المسلم والکافر دیا جاتا ہے، لہٰذا آج کل ووٹ کے نظام کو دیکھ کر ووٹ پر حکم لگایا جائے گا، نہ کہ بس فقط رائے کا نام دے کر حکم لگایا جائے، رائے کا نام دے کر اس کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا، جبکہ اس کے لئے اصول وضوابط اور قواعد سارے کے سارے معلوم ہیں، بلکہ اس مسئلے کو اگر دوسری صورت

پر قیاس کیا جائے تو مناسب ہو گا۔ دیکھو! اسلحہ بیچنا ایک حلال اور جائز کاروبار ہے، لیکن فتنہ کے وقت باغیوں پر اسلحہ بیچنا حرام ہے اگرچہ بغاوت میں اس اسلحہ کی استعمال میں فاعلِ مختار کا دخل ہے۔

اسلم: لیکن اگر ہم اس سے قطع نظر ووٹ دیدیں کہ جمہوریت ہے اور پارلیمنٹ کا حکم کیا ہے؟

خالد: لیکن بھائی! شرعی احکامات یعنی کسی چیز کا کفر واسلام، حرمت وحلت، جواز اور عدم جواز کوئی فرضی اور اعتباری اشیا تو نہیں ہیں کہ اگر کوئی اسلام فرض کرے تو اسلام ہو گا اور اگر کوئی کفر فرض کرے تو کفر ہو گا اور کوئی حرام فرض کرے تو حرام ہو گا اور اگر کوئی اس چیز کو حلال فرض کرے تو حلال ہو گا، بلکہ یہ تو نفس الامری حقائق اور واقعی احکامات ہیں جو کہ کسی معتبِر کے اعتبار اور مفترِض کے افتراض (فرض کرنے) سے تبدیل نہیں ہوتے، اگر میں دن کو آنکھیں بند کر کے فرض کروں کہ رات ہے تو کیا اس سے وہ رات ہو جائے گا یا بالعکس، ہر گز نہیں۔ شرعی احکامات کو منطقی مفروضوں کی طرح فرضی اور اعتباری حیثیت دینا تو شریعت کے ساتھ مذاق ہو گا۔

اسلم: یعنی اچھی نیت کا رکھنا یہاں پر کوئی فائدہ نہیں دے گا؟

خالد: میرے پیارے بھائی! عمل کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے: ایک ہے اس کی " لمیت " یعنی کہ یہ عمل کیوں کیا گیا، اور ایک ہے اس کی " کیفیت " یعنی کہ کیسے کیا گیا۔ دونوں کا اہتمام بہت ضروری ہے ان میں اگر ایک بھی خراب ہو جائے تو بس عمل برباد ہو جاتا ہے۔ اگر لم صحیح نہ ہو یعنی کہ نیت ٹھیک نہ ہو عمل اللہ کے لئے نہیں، بلکہ ریا دکھاوا وغیرہ کے لئے کیا جائے تو بھی برباد ہے، لیکن نیت اگر ٹھیک ہو اور کیفیت غلط ہو تو پھر بھی عمل مقبول نہیں ہو گا، یعنی نبوی

طریقے کے خلاف ہو تو پھر بھی برباد اور بے سود ہے۔ مثال کے طور پر (نعوذ باللہ) کوئی شراب کی محفل اس لئے قائم کرے کہ اس میں شرابی آئیں تو میں ان کو شراب چھوڑنے کی دعوت دوں گا۔ تو دعوت کے لئے یہ طریقہ استعمال کرنا حرام ہے اگرچہ نیت دعوت کی ہے جو کہ ایک صالح اور ٹھیک نیت ہے۔ اگر ایسے شخص (جو شراب کی محفل برائے ترکِ شراب اور دین کی دعوت بناتا ہے) کو دعوت دی گئی اور پھر بھی وہ اس عمل کو نہیں چھوڑتا تو فقہاء کے یہاں ایسا شخص قتل کیا جائے گا، اگرچہ خود شرابی قتل نہیں کیا جاتا، لیکن یہ دوسرا جو محفل منعقد کرتا ہے وہ اس کو دین کی نیت سے منعقد کرتا ہے، اس لئے یہ جائز نہیں ہے، بلکہ اس میں اس کی ایمان کا خطرہ ہے۔ یہ اس موجودہ نظام کا نعرہ ہے: الغایۃ تبرر الوسیلۃ یعنی اگر مقصود اچھا ہے تو طریقہ، وسیلہ اور ذریعہ جو بھی استعمال کیا گیا وہ ٹھیک ہے، لیکن شریعتِ الٰہی میں ایسا نہیں ہے۔

اسلم: یعنی یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم اسمبلی میں جا کر حق بیان کریں گے یہ طریقہ اپنانا ٹھیک نہیں ہے؟

خالد: بالکل اس کی مثال یہی ہے جو میں نے ذکر کی، اور ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھو کہ کفار کتنے مکار اور اپنے باطل پر کھڑے ہیں کہ وہ تو کہتے ہیں کہ اگر کوئی تبدیلی لانا چاہتے ہیں تو جمہوریت کا راستہ کھلا ہے۔ اگر کوئی اسلام لانا چاہتا ہے تو جمہوریت کے راستے سے آجائے، کفار اگر کسی غیر جمہوری طریقے سے بات سننے کو بھی تیار نہیں وہ اتنے بنیاد پرست ہیں کہ جمہوریت کے سوا کچھ بھی نہیں مانتے، تو ہم کیسے ان کے لئے اتنے نرم ہو جائیں کہ ہم اپنے دین کا طریقہ چھوڑ کر ان کے دین کا راستہ اختیار کریں۔

اسلم: لیکن یہ لوگ کہتے ہیں کہ انتخابات تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے بھی ہوئے ہیں اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں موجود لوگوں سے رائے لی؟

خالد: سبحان اللہ! کیا وہ جمہوری انتخابات تھے جو کثرت رائے پر اس میں فیصلہ ہوا یا اہل حل و عقد حضرات سے رائے لی گئی تھی۔ اگر وہ جمہوری انتخابات ہوتے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ بنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تو فتوحات اتنے زیادہ ہوئے تھے کہ کئی لاکھ مربع میل پر خلافتِ اسلامیہ کا علم لہرا رہا تھا، اس دوران صرف اہل مدینہ سے رائے لینے کا کیا مطلب؟ جبکہ مدینہ منورہ کا رقبہ اس وقت ہی کتنا تھا؟ جب ایک رات خطرہ محسوس ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود گھوڑے پر سوار ہو کر چند لمحوں میں مدینہ کے ارد گرد چکر لگا کر واپس آئے اور لوگوں کو تسلی دی کہ سو جاؤ کچھ بھی نہیں ہے، اتنی وسیع و عریض خلافت کی زمین میں صرف اہل مدینہ سے رائے لی گئی اور اس پر فیصلہ کیا گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انتخاب کثرت محضہ پر نہیں، بلکہ اہل حل و عقد کی رائے سے ہوا تھا، اور وہ اس لئے کہ اہل مدینہ چونکہ صحبتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحبت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دونوں میں رہ گئے تھے اور وہاں پر ہر وقت احادیث نبی کا درس ہوتا تھا، اس لئے وہ اہل کمال اور اہلِ حل و عقد تھے اور اگر آپ کا مطالعہ ہے تو تم کو پتہ ہو گا کہ فتاویٰ میں اور احادیث کے اسناد میں اہل مدینہ کی بڑی شان ہے۔

اسلم: بالکل! لیکن اگر لوگ یہ کہے کہ اس وقت چونکہ دوسرے علاقوں کو وفود بھیجنا مشکل تھا، اس لئے اہل مدینہ کی رائے پر اکتفاء کیا گیا؟

خالد: کیسے مشکل؟ جبکہ خلیفہ یہاں سے تمام علاقوں کو کنڑول کرتا تھا، وہاں پر امراء کے تبادلے ہوتے تھے، معزول شدہ گورنر واپس آتے تھے اور نئے مقرر شدہ جاتے تھے، اگر اتنا مشکل ہوتا تو پھر تو حکومتی انتظام چلانا مشکل تھا، وہ اس وقت کر سکتے تھے کہ ایک نگران حکومت مقرر کر کے تمام والیان کو پیغام بھیجتے کہ تم ووٹنگ کرواور پھر تمام لوگوں کی رائے اتنی مدت میں یہاں بھیج دو، تاکہ کثرت رائے دیکھ کر ہم فیصلہ کریں، اور پھر یہ بھی دیکھو کہ مدینہ میں رائے لیتے وقت کوئی ایک بھی ایسا دلیل ہے کہ انہوں نے کسی ذمی کافر سے بھی رائے لی ہو کہ اس کی رائے اس بارے میں کیا ہے؟

اسلم: نہیں، بلکہ خلافت کا قیام تو مسلمانوں کے اوپر امانت ہے نہ کہ غیر مسلموں کے اوپر۔

خالد: اور یہاں پر؟

اسلم: بالکل یہاں پر تو غیر مسلموں سے صرف یہ نہیں کہ رائے لی جاتی ہے، بلکہ ان کی رائے باقاعدہ مسلمانوں کی رائے کے برابر سمجھی جاتی ہے۔

خالد: تو پھر یہ قیاس مع الفارق کہاں سے وہ لائے ہیں؟

اسلم: بالکل یہ ایک باطل قیاس ہے جو انہوں نے اپنے طرف سے گھڑا ہے، لیکن اس نظام سے بچنے اور اس کفری نظام کے خاتمے کے لئے اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟

خالد: جب یہ نظام ایک کافرانہ اور جاہلی نظام ہے،اس کے اصول بھی اور اس کے فروع بھی، تو تم پر لازم ہے کہ اس سے اعلان براءت کرو جیسا کہ بار بار ہم نے بتایا کہ لاالہ الا اللہ کا پہلا حرف "لا" تمام باطل معبودان، ان کی عبادت، ان کے طریقۂ عبادت اور ان کے عابدین سے براءت، انکار، عداوت اور بغض کا اعلان کرتا ہے۔ دیکھو! ابراہیم علیہ السلام کیا فرماتے ہیں: {انَّا بُرَءٰؔ ؤُا منْکُمْ وَممَّا تَعْبُدُوْنَ منْ دُوْنِ اللّٰہِ کَفَرْنَا بِکُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃُ وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ}

ترجمہ: ہم تم سے اور ان (بتوں) سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بے تعلق ہیں (اور تمہارے (معبودوں کے کبھی) قائل نہیں (ہو سکتے) جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کھلم کھلی عداوت اور دشمنی رہے گی۔ (ممتحنہ: ۴)

پہلے بمقتضیٰ "لا" براءت کا اعلان کرتے ہیں، پھر براءت کے اعلان میں پہلے عابدین سے براءت کا اعلان کرتے ہیں اور پھر معبودین سے، تاکہ یہ شبہہ کوئی نہ کرے کہ بس میں تو ان کے معبود اور عبادت باطل نظام سے بری ہوں، لیکن ان کے جو اہلکار اور عابدین ہیں ان سے تو تعلق رکھیں گے، تو ابوالانبیاء علیہ السلام نے پہلے شروع ان سے کیا، پھر معبودین کا ذکر فرمایا، پھر طریقۂ عبادت، ان کے دین، نظام اور عقیدے سے انکار کیا اور فرمایا "کَفَرْنَا بِکُمْ" اور پھر اس کے بعد فقط عقیدے سے انکار اور براءت پر اکتفا ہی نہیں کیا، بلکہ بغض اور عداوت کا اعلان کیا اور پھر عداوت اور دشمنی کو بغض پر مقدم کیا، تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ میرا تو بغض ہے لیکن دشمنی کی کیا ضرورت اور پھر اس میں "بَدَا" کا لفظ لایا ہے، اتنا کافی نہیں کہ صرف بغض اور عداوت ہو، بلکہ وہ بغض اور عداوت کو ظاہر کرے گا، تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی یہ کہے کہ میرا تو بغض ہے لیکن دل کے اندر ہے، لہٰذا میرے بھائی! تم اس نظام سے براءت کرتے ہو تو اس کے تمام طور طریقوں سے، اس کے اہل کاروں سب سے براءت

کروگے، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اہل باطل سے مشابہت کو بھی منع فرمایا ہے: "من تشبہ بقوم فہو منہم"۔

ترجمہ: جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہو گا۔(ابوداود، حدیث: ۴۰۳۳)

اور ووٹ تو صرف مشابہت ہی نہیں بلکہ ان کا طریقۂ اِقامتِ نظام ہے، اور صرف دوستی ہی نہیں بلکہ معاونت ہے، لہٰذا تم کو اس نظام سے، ووٹ دینے سے، ووٹ لینے سے اور اس کے لئے دعوت چلانے سب سے توبہ کرنا ہو گا۔

اسلم: جی ہاں! آپ نے میری رہنمائی کی، میں ہمیشہ کے لئے آپ کا احسان مندرہوں گا اور آج میں اپنے رب سے وعدہ کرتا ہوں اور تم کو گواہ بناتا ہوں کہ آج سے میں اس نظام سے مکمل بری ہوں اور میں اس نظام کو کسی طور اسلامی نظام تسلیم نہیں کرتا ہوں، بلکہ میں اس کو ایک باطل کفری نظام مانتا ہوں اور اس نظام سے میں دل کی گہرائیوں سے بغض رکھتا ہوں اور جتنا مجھ سے ہو سکے میں اس کے خلاف مکمل اپنی جدوجہد کروں گا۔ تم اس پر گواہ ہو جاؤ، لیکن میرے دل ایک سوال ہے کہ کیا یہاں پر مسلح خروج جائز ہے؟ جبکہ خروج علی الامام کے لئے تو بہت سے شرائط چاہیئے۔

خالد: ماشاءاللہ! اسلم! آپ نے بہت عجیب موضوع چھیڑا، میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کیا کسی شخص کے امام بننے کے لئے اسلام میں کچھ شرائط ہیں یا نہیں؟

اسلم: بالکل بھائی! شرائط تو ہیں جو کتبِ فقہ میں مذکور ہیں جس میں اسلام، مرد ہونا اور عدالت وغیرہ۔

خالد: اب میں آپ سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا یہ ہمارے حکمران مسلمان ہو سکتے ہیں جبکہ یہ جمہوریت، سوشلزم اور لبرل ازم کے علمبردار ہیں؟

اسلم: نہیں؟ کسی شخص کا سوشل یا لبرل یا سیکولر ہونا تو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں ہے۔

خالد: ماشاءاللہ! جب یہ لوگ خود یہ نعرے لگاتے ہیں تو یہ مسلمان کیسے ہوئے؟ اور جب مسلمان نہ ہوئے تو امام کیسے بنے جب کہ "اِذافات الشرط فات المشروط" مشہور قاعدہ ہے۔

اسلم: بالکل یہ امام نہیں بن سکتے۔

خالد: جب امام نہ بنے تو اب سنو! کہ خروج علی الامام فرع ہے وجودِامام کا، اب جو صفات بطور شرائط فقہاء نے خروج علی الامام کے لئے بیان کئے ہیں وہ شرائط تو" امام" پر خروج کرنے کے لئے ہیں اور اگر کوئی سرے سے امام ہی نہیں بنا تو اس پر خروج اور اُس کے خلاف جنگ خروج علی الامام ہی نہیں، چہ جائیکہ کہ اس کے لئے ان شرائط کی ضرورت ہو جو خروج علی الامام کے لئے ضروری ہے۔

اسلم: بھائی! کمال ہوا، ہم تو یہاں پر خروج علی الامام کی شرائط دیکھتے تھے لیکن وہ تو سرے سے امام ہی نہیں بنے۔

خالد: اسی طرح آپ کو معلوم ہو گا کہ جو پارٹیاں اور اشخاص عرصہٗ دراز سے ملک میں یکے بعد دیگرے بر سر اقتدار آتے ہیں ان کی پارٹیوں نے اپنے اپنے دورِ اقتدار میں کسی نہ کسی طریقے سے شریعت کو ٹکرایا ہے۔

اسلم: بالکل معلوم ہے، نواز شریف نے تو اپنے دورِ اقتدار میں سود کے خلاف بل کو سپریم کوٹ میں چیلنج کیا تھا۔

خالد: بس! فیصلہ اب آپ پر ہے کہ ماشاءاللہ! آج کل ہمارا امام صاحب وہ شخص ہے جس نے سود جیسی لعنت کو ہمیشہ کے لئے ہمارے اوپر مسلط کیا ہے اور جس حضرت نے اللہ اور اُس کے رسول کے خلاف جنگ کو قانونی تحفظ دیا ہے اور اُس قانون کی رو سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منصوصی جنگ ایک قانونی امر ہے، اور پاکستان میں ایسا کام کرنے والا کوئی قانونیت نہیں کرتا ہے، لیکن دوسری طرف اُسی شریعت نے اس کو امام بھی بنایا ہے تعجب ہے۔

اسلم: نعوذ باللہ! اللہ پاکستانی قوم کی حالت پر رحم فرمائے۔

خالد: آمین! اور درمیان ایک دوسری بات بھی سنو! وہ یہ کہ خدارا! اب مظلوم مسلمانوں کے زخموں پر نمک مت چھڑکو، کیا یہ انصاف ہے کہ کسی نے قوم کے بیٹے کو گرفتار کر کے اس کو کافر دشمن کے حوالے کیا ہو، کوئی کافروں کے اشاروں پر مسلمانوں پر بمباری کرتا ہو اور تم اس قوم کے بچوں کو یہ قناعت دیتے ہو کہ اس پر خروج نہیں کرنا یہ آپ کا امام ہے۔

اسلم: لیکن قوم (مسلمانوں) کو تو بہت سے مسلمان ظالم امراء نے قتل کیا ہے، لیکن وہ پھر بھی مسلمانوں کے امام کہلائے؟

خالد: ایک مسلمانوں کو مارنا ہے بعض سیاسی یا ذاتی اغراض کی وجہ سے، اور ایک ہے ان کو مارنا کفار کے اشاروں پر، ان دونوں میں فرق ہے، کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ ہم ڈاکٹر عافیہ صدیقی (فک اللہ اسرہا) کے گرفتار کرنے والوں اور اس کو امریکی کفار کے حوالہ کرنے والوں کو امام کہہ کر ہم ان کے خلاف خروج اس لئے نہ کرے کہ یہ حضرات ہمارے امام ہیں، اگرچہ انہوں نے ہماری بہن کو ہمارے دشمنوں کے حوالہ کیا ہے۔ (نعوذ باللہ)

اسلم: معاف کیجئے، غلطی ہوئی۔

خالد: اب جیسا کہ آپ نے عرض کیا کہ اسی طرح عدالت بھی ان شرائط میں سے ہیں جو امامت کے لئے شرط ہے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ عدالت سے کیا مراد ہے؟

اسلم: مراد یہ ہے جیسا کہ فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ فاسق نہ ہو۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں:

۔" واجمع العلماء علی ان الامامۃ لا تنعقد لفاسق ولو طرأ علیہ الفسق لاینعزل"

ترجمہ: اور علماء نے اتفاق کیا ہے کہ (ابتدائیً) فاسق شخص کے لئے امامت کا انعقاد نہیں ہوتا البتہ اگر بعد میں وہ شخص فسق کا ارتکاب کرے تو وہ معزول نہیں ہوگا۔

خالد: اب آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ لوگ فاسق نہیں؟

اسلم: فاسق تو ہیں، لیکن فسق تو ابتداء میں مانع عن الامامت ہے، جیسا کہ فقہاء نے ذکر فرمایا ہے، نہ کہ بقاء میں، یعنی ایک بندہ اب تک امام نہیں بنا ہے تو امام بنتے وقت شرط یہ ہے کہ وہ فاسق نہیں ہوگا اور جب امام بن جائے اس بعد فاسق ہو جائے تو پھر تو وہ فسق پر معزول نہیں ہو سکتا۔

خالد: ماشاءاللہ! آپ نے بالکل قیمتی بات کی، لیکن یہاں دو باتیں ہیں: ایک بات ہے فسق کے اقسام اور انواع کی کہ فسق بعض مراتب میں بقاءً بھی مانع عن الامامت اور موجبِ عزل ہے، لیکن وہ بات میں بعد میں کروں گا پھر مجھے یاد دلاؤ، لیکن یہاں پر میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا ابتداءً یہ لوگ فاسق نہیں ہوتے یعنی صدر اور وزیر اعظم بنتے وقت یہ فاسق نہیں ہوتے؟

اسلم: فاسق تو کیا اتفاقی اور اجماعی طور پر فاسق ہوتے ہیں، لیکن مجھے ایک خدشہ ہے، وہ یہ کہ آج کل کے دور میں جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شر القرون قرار دیا ہے ایسے عادل کہاں سے لاؤ گے؟ یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی نے دورِ حاضر میں اس شرط کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ کم از کم اس جیسا یا اس سے بہتر کوئی نہ ہو، تو پھر اس کی امامت منعقد ہو جاتی ہے۔

خالد: ماشاءاللہ! یہی تو ہمیں مطلوب ہے، کیا زرداری، بے نظیر اور نواز شریف سے تقویٰ، ورع اور دین داری میں کوئی بہتر نہیں ملتا ہے؟

اسلم: کیوں نہیں! بھائی! اس ملک میں تو بڑے بڑے اولیاء موجود ہیں۔

خالد: تو پھر تو فقہاء نے اس شرط کے بارے میں جس گزارے سے کام لیا ہے وہ موجودہ حکمرانوں علاوہ موجود ہیں اور جب موجود ہیں تو ان کے بنانے کی ضرورت ختم ہو گئی، اس لئے کہ قاعدہ یہی ہے: "ما ابیح للضرورۃ یتقدر بقدرہا"۔

ترجمہ: جو ضرورت کی وجہ سے جائز ہو جائے وہ ضرورت کے مطابق جائز ہو گا۔ (مجلۃ الاحکام العدلیہ، مادہ: ۲۲)

اور جب ضرورت ختم ہو گئی تو ان کی امامت جس کو از روئے ضرورت جائز ہونا چاہئے تھا وہ بھی ختم ہو گئی اور یہ امام نہیں بنے اور جب امام نہیں بنے تو ان کے خلاف لڑنا کسی بھی صورت خروج علی الامام نہیں ہے۔اور اب میں آپ کو ایک دوسری چیز بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ امام تو پوری دنیا کے لئے ایک ہوتا ہے، حدیث میں ہے: "اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منہما"۔

ترجمہ: جب دو خلیفوں کے لئے بیعت شروع ہو جائے تو دوسرے کو قتل کرو۔(صحیح مسلم حدیث ۱۸۵۳)

اب آپ اسلامی دنیا میں اتنے سارے اماموں کو کیا شرعی جواز دو گے، جبکہ فقہاء فرماتے ہیں: اذا بویع لخلیفتین لم یعہد لواحد منہما۔

ترجمہ: جب ایک وقت میں دو خلیفوں کے لئے بیعت شروع ہو جائے تو ایک کے لئے بھی منعقد نہیں ہو گا۔

اسلم: جی ہاں! لیکن ""اسلام اور سیاسی نظریات"" جو کہ مفتی تقی عثمانی صاحب کی کتاب ہے اس میں یہ عبارت انہوں نے نقل کی ہے کہ بعض فقہاء نے رابطے کی مشکلات اور علاقوں کی دوری کی وجہ سے تعددِ ائمہ کی اجازت دی ہے۔

خالد: جی صاحب! لیکن اب تو ایک اہم سوال یہی ہے کہ پاکستان اور افغانستان کے درمیان بھی کیا رابطہ مشکل ہے۔اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں لاکھوں مربع میل تک ایک امام کنٹرول کر سکتا تھا تو آج کیسے تعدد ائمہ کی ضرورت پڑی ہے، جبکہ آج تو دنیا کو ایک گلوبل ویلیج کی حیثیت حاصل ہے، پوری دنیا ایک گاؤں کی مانند ہے۔اگر اقوامِ متحدہ جیسے ملعون ادارے کے تحت

پوری دنیا جمع ہو سکتی ہے تو رابطے کے اتنے سارے آلات کے باوجود ایک مرکز اسلامی تلے کیسے جمع نہیں ہو سکتی؟

اسلم: جی ہاں! یہ یقینی بات ہے کہ جو اجازت دوسرے امام کی فقہاء نے دی ہے وہ بھی ایک ضرورت کے تحت ہے اور ضرورت کے ارتفاع سے حکم مرتب بالضرورت بھی مرتفع ہو جاتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ حکم اصلی راجع ہے اور وہ ہے عدم انعقادِ امامت۔

خالد: اب ہم پوچھتے ہیں کہ آج کل خلیفہ کے درجے کا امام ہو گا (اور ان حکومتوں کی مثال گورنرز اور والیان کی ہو گی) یا نہیں ہو گا؟ اب اگر ہے تو کون ہے؟ اور اگر نہیں تو جب خود ان کا امیر نہیں ہے تو اگر ہم بھی ان کو امیر نہ مانیں اور ان کے خلاف جنگ کریں تو کیا حرج ہے؟ اور جب ان کے اوپر کوئی امیر نہیں ہے اور ہر ایک مستقل امام ہے تو دو اماموں کے عدمِ انعقاد کی بناء پر ان کی امامت منعقد نہیں، اور جب انعقاد نہیں ہوا تو ہمارا خروج ان کے خلاف خروج علی الامام نہیں ہے اور جب خروج علی الامام نہیں تو یہ جنگ ان شرائط کا محتاج نہیں ہے جو خروج علی الامام کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔

اسلم: ابھی آپ فسق کی وہ قسم بیان کریں ناں، جن پر امام بننے کے بعد بھی امام معزول ہو سکتا ہے؟

خالد: جی ہاں! اس کو فسق متعدی کہا جاتا ہے، جس میں رعیت کو گناہ پر مجبور کرنا بھی ہے، اور آج اس کی ایک مثال ان وضعی قوانین پر اُمت کو مجبور کرنا اور اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں ان کو مختلف سزائیں دینا ہے۔ تفصیل کے لئے اس آیت کے نیچے: {لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِيْنَ}

تفسیر جصاص دیکھئے اور تکملۃ فتح الملہم اور اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا رسالہ جزل الکلام فی عزل الامام۔

اسلم: ٹھیک ہے بھائی! میرا دماغ اس موضوع پر بالکل کھل گیا۔

خالد: لیکن مزید سنئے! ہم جس مسئلے کو بیان کر رہے ہیں (یعنی خروج علی الامام) اور اس کے شرائط تو آج کل یہ مسئلہ سرے سے ہے ہی نہیں۔ آپ سمجھ گئے؟

اسلم: جی! میں سمجھ گیا، اس لئے کہ امامت کا انعقاد نہیں ہوا، کیونکہ شرائط مفقود ہیں۔

خالد: نہیں! یہ بات تو ٹھیک ہے، لیکن ایک اور بات ہے، اگر ہم اس جنگ کو خروج بھی کہیں تو یہ خروج علی الامام نہیں بلکہ یہ خروج علی النظام ہے۔

اسلم: وہ کیسے؟

خالد: اس طرح کہ جدید نظام اور شریعت میں آپ کو ایک فرق بیان کرتا ہوں، وہ یہ کہ خلافتِ اسلامی یا ملوکیت میں تو ایک حقیقی شخص ہوتا ہے جو لوگوں کا سربراہ ہوتا ہے، جس کو امام یا امیر یا بادشاہ یا سلطان وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن جدید نظام میں ریاست ایک الگ اصطلاح ہے اور یہ ایک فرضی چیز ہے جس کا کوئی خارجی وجود نہیں ہوتا، انہوں نے عجیب دھوکہ دیا ہے، امام جو بھی ہو لیکن سٹیٹ کے خلاف خروج ممنوع ہے۔ اب جب سٹیٹ اور ریاست کے خلاف خروج ممنوع ہے تو کسی صورت بھی چاہے تمہارے اوپر کوئی بھی صدر یا وزیر اعظم بن جائے تم اس کے خلاف اٹھ نہیں سکتے۔ اس فرضی شخص کو اتنی حیثیت دی گئی ہے کہ اس کے خلاف خروج حرام قرار دیا گیا ہے۔ آپ

دیکھتے ہیں کہ آج کل کے مجاہدین نے بھی کسی شخص کے خلاف علم جہاد بلند نہیں کیا ہے، بلکہ وہ نظام کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ چنانچہ مجاہدین اپنی تقریر و تحریر میں اس نظام کا فساد اور کفر و بطلان بیان کرتے ہیں اور اسلامی نظام کا نعرہ بلند کئے ہوئے نظر آتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ چہروں کی تبدیلی سے یہ جنگ بند نہیں ہوئی۔ مشرف، زرداری اور نواز تبدیل ہوئے لیکن جنگ بدستور جاری ہے۔

یہاں ایک ہے حکومت اور ایک ہے ریاست، حکومت تو ریاست کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے نہ کہ پوری ریاست۔ ''ریاست کا معنی نظامِ اقتدار یا نظامِ اطاعت و جبر ہوتا ہے، جبکہ حکومت محض اس کا ایک جزو ہے نہ کہ کل ریاست۔ نظامِ اقتدار کا دائرہ خاندان سے لے کر حکومت تک پھیلا ہوتا ہے، جس میں نظامِ تعلیم، معاشرتی تعلقات کی حد بندیاں، نظامِ تعزیر، قضائ، حسبہ اور انہیں نافذ کرنے والے ادارے وغیرہ سب شامل ہوتے ہیں، جن میں ایک اہم مگر جزوی ادارہ حکومت ہے ''۔ (عصر حاضر میں خروج کا جواز اور شبہات کا جائزہ)

یہاں پر پوری ریاست اسلام کی ضد ہے، اور اس کے خلاف خروج ہے نہ کہ فقط حکومت، کہ کوئی غیر مسلح طریقے سے صرف حکومت کا نقشہ تبدیل کرے گا تو پوری ریاست اور نظام تبدیل ہو جائے گا۔

بہر حال! یہاں پر ہم نے متبوع کے خلاف خروج کیا ہے نہ کہ تابع کے خلاف۔ میرا مقصد یہ ہے کہ نظام (جس کا تابع حکمران بھی ہے) ہم نے اس کے خلاف خروج کیا ہے، اور ہم نے حکمران (جو نظام کا تابع ہے) کے خلاف خروج اولاً نہیں کیا ہے، بلکہ وہ ثانوی درجہ میں ہے۔ اصل میں جو بات امام پر خروج کا ہے جس میں جواز اور عدمِ جواز کا اختلاف ہے اور پھر اختلاف حالات ہیں،

جن میں بعض مجوز، بعض موجب اور بعض محرم ہیں، وہ ایسی صورت ہے کہ نظام اسلامی ہو اور امام سے شخصی طور پر کوئی مانع عن الامامت امر صادر ہو جائے، جیسا کہ فسق، ظلم اور کفر وغیرہ، لیکن یہ اعمال اس کی ذات تک محدود ہوتے ہیں۔اب وہاں پر بعض اوقات میں خروج کا جواز اور بعض اوقات میں عدمِ جواز مصلحت کے تحت ہوتا ہے، وہاں پر سب سے بڑی مصلحت نظامِ اسلامی کے ڈھانچے کا قیام ہے۔تو اگر امام کا شخصی عمل اتنا عظیم جرم ہو کہ اس کے ازالے کے لئے وہ ڈھانچہ بھی وقتی طور پر ختم ہونا پڑے تو کوئی بات نہیں، لیکن اگر اس کا جرم اتنا بڑا نہ ہو کہ اس کے لئے وہ قائم ڈھانچہ ختم کیا جائے تو پھر اس صورت میں خروج ممنوع ہے۔

یعنی جو رعایت کی جاتی ہے وہ اس ڈھانچے کی کی جاتی ہے، اب اگر وہ ڈھانچہ خود نہیں ہے اور امام ایک ایسے دستور اور نظام کا تابع ہے جو کہ خود اسلامی ڈھانچے کا مخالف تو پھر اس کے خلاف خروج واجب ہے۔اگرچہ بادشاہ اور امام کتنا ہی متقی کیوں نہ ہو، اس لئے آج کے دور میں امام ذاتی طور پر جو بھی ہو، لیکن وہ جس دستور اور نظام کا تابع ہے وہ اسلام کے خلاف ہے، اس لئے یہاں پر یہ خروج علی الامام نہیں ہے، بلکہ یہ خروج علی النظام ہے۔

اے میرے پیارے بھائی اسلم! اگر کوئی خروج کے لفظی معنی پر بھی سوچے تو وہ یہ کہے گا کہ یہ خروج نہیں ہے، اس لئے کہ خروج فرع دخول ہے اور چونکہ اس نظام میں ہم داخل نہیں تو اس سے خروج کیسے ہوگا، پرانے زمانے مں جس چیز کو فقہاء کرام نے خروج کہا ہے وہ الگ چیز ہے، وہاں پر بنیادی نظام اور ڈھانچہ اسلامی ہوتا تھا، صرف شخص میں فسق متعدی آنے یا ظلم یا کفر کے تحقق پر مسئلہ خروج مبنی تھا، جبکہ آج کل تو بات بنیادی نظام کی ہے، جیسا کہ ہم نے اس مکالمے میں نظام، آئین اور قانون کو ثابت کیا کہ وہ غیر اسلامی اور کفری ہے۔

اسلم: بات توٹھیک ہے، لیکن خروج کے لئے تواستطاعت شرط ہے، توکیاہم میں وہ استطاعت ہے؟

خالد: آپ نے صحیح بات کی کہ خروج کے لئے استطاعت شرط ہے، لیکن آپ کو یہ پتہ ہے کہ وہ کونسے خروج کے لئے شرط ہے؟ وہ توفسق پر خروج کے لئے شرط ہے، اگر ہم اس کو یہاں ان مرتد حکمرانوں کے خلاف خروج کے لئے بھی یہ شرط بنائے توجب ہم میں استطاعت نہیں ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں اور ان کو کھلی چھٹی دیدیں؟

اسلم: ہرگز نہیں، کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا۔

خ ال د: اب ہم کیا کچھ کر رہے ہیں؟

اسلم: یہ غیر مسلح جدوجہد تو لوگ کر رہے ہیں ناں، اور مسلح جدوجہد کے بارے میں ان کی رائے یہی ہے کہ یہ کبھی کامیاب نہیں ہوئی، اس لئے ہم اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دے سکتے۔

خالد: ماشاءاللہ! آپ بات وہاں لے گئے جہاں میں لیجاناچاہتا تھا۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر یہ کہتے ہیں کہ مسلح جدوجہد کبھی کامیاب نہیں ہوئی تو کیا یہ غیر مسلح جدوجہد جو عرصۂ دراز سے جاری ہے کامیاب ہوئی ہے؟

اسلم: کافی فرق پڑا ہے، اگر ہم مزید کوشش کریں تو اور بھی بہتری آئے گی۔

خالد: ہرگز نہیں، یار! تم مجھے بتاؤ کہ جب پاکستان بنا تھا اس وقت سرکاری اور نجی سطح پر بے دینی زیادہ تھی یا اب؟

اسلم: اب تو بہت زیادہ ہے، پہلے گزارا تھا۔

خالد: تو تاریخی تجربہ،ہ یل بتاتا ہے کہ پاکستان کے بننے سے لے کر آج تک جو جہدِ مسلسل ہوئی ہے اس نے کوئی فائدہ نہیں دیا، بلکہ اُلٹا نتیجہ دیا، کسی شخص نے بھی اُلٹے اور بالضد نتیجے کو فائدہ نہیں کہاہے، بلکہ یہ تو واضح نقصان ہے۔اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی ساٹھ سالہ پالیسی پر نظر ثانی کریں۔

اسلم: بالکل یہ بات تو ہے، لیکن اب کیا کرنا ہو گا؟

خالد: چونکہ یہ جنگ خروج نہیں ہے، بلکہ جہاد ہے، لہٰذا اس کے لئے خروج کے نہیں بلکہ جہاد کے شرائط چاہیئے۔ چنانچہ اب ہم ان کے خلاف اس وقت جہاد کرتے رہیں گے جب تک یہ کفری نظام ٗ شریعت سے تبدیل نہ ہو جائے۔ خروج والے شرائط اس جہاد پر لاگو کرنا غلط ہے، اور یہ بھی غلط ہے کہ استطاعت نہ ہو تو خروج نہیں۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے تکملۃ فتح الملہم میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے زید بن علی کو خروج کے جواز کا فتویٰ دیا اور اسکی مالی اعانت بھی کی، حالانکہ خود وہاں امام صاحب سے اس کے بارے میں اس کے فتح یاب نہ ہونے اور باپ کی طرح لوگوں کی طرف سے غدر کا شکار ہونے کا گمان بھی منقول ہے اور ہوا بھی اسی طرح، لیکن امام صاحب نے نہ صرف یہ کہ آپ کو فتویٰ۔ دیا بلکہ اس کے بعد ابراہیم اور محمد نفسِ زکیہ دونوں کی بھی تائید کی، لوگوں کو امر کیا کہ وہ ان کی صف میں کھڑے ہو کر جعفر منصور کے خلاف جہاد کریں۔ بلکہ امام صاحب کے مسلک کے مطابق کفار کے خلاف جہاد سے ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف خروج افضل ہے۔

میرا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب کو باقاعدہ ظن غالب تھا کہ وہ کامیاب نہیں ہوں گے، لیکن پھر بھی ان کی تائید کی اور ان کو خروج کا فتویٰ دیا۔ تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب استطاعت نہ ہو تو خروج ٹھیک نہیں ہے، بلکہ اگر کوئی یہ کہے کہ افضل نہیں ہے تو پھر ممکن ہے کوئی توجیہ ہو سکے۔

اسلم: اب بالکل دلی اطمئنان ہوا، لیکن جو لوگ اس کو خروج کہتے ہیں اور قدرت کی شرط لگاتے ہیں تو اس سے کتنی قوت مراد ہے؟

خالد: اس میں مختلف اقوال ہیں لیکن صحیح قول یہ ہے کہ غالب گمان فتح کا ہو۔

اسلم: ہاں! ابھی مجھے پتہ چلا کہ جو لوگ فتویٰ نہیں دیتے وہ اس کو ایک طرف خروج قرار دیتے ہیں اور پھر چونکہ ان کا گمان فتح کا نہیں ہے، اس لئے وہ اس فتویٰ سے پیچھے ہٹتے ہیں۔

خالد: بالکل! لیکن یہ بھی ایک غلطی ہے، اس لئے کہ جو غالب گمان معتبر ہے اس کے بارے میں سوال ہے کہ وہ کس کا معتبر ہو گا، تو ایک حقیقت یہ ہے کہ غالب گمان ماہرِ فن کا معتبر ہو گا، پس جو شخص جنگی مہارت رکھتا ہو، جنگوں کے اقسام سے واقف ہو، اور جنگی چالوں کو جانتا ہو، تو اس شخص کا گمان یہاں پر معتبر ہو گا اور یہ صرف یہاں نہیں، بلکہ اگر آپ دیکھ لیں تو کسی مریض کے لئے کسی حرام چیز کا جواز بطور دوا، یا بعض افعال میں رخصت بھی فقہاء نے حکیم حاذق کے کہنے کے ساتھ متعلق کیا ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ فقہاء اور بالخصوص فقہائے احناف کے نزدیک جب بھی مسئلہ غالب گمان اور رائے پر مبنی کیا جاتا ہے تو وہاں مبتلیٰ بہ (یعنی جو شخص اس امر میں خود مبتلا ہو) کا اعتبار ہوتا ہے۔ اب یہاں پر فتح اور شکست کے غالب گمان کا جو مسئلہ ہے محاذ میں موجود مجاہدین کی رائے معتبر ہو گی نہ کہ دار الافتاء میں موجود مفتی اور خانقاہ میں موجود صوفی وغیرہ کی۔

اسلم: ماشاءاللہ! یہ تو ویسے ایک تحقیقی بات تھی، لیکن ہم تو یہاں اس کو خروج نہیں سمجھتے، اس لئے ہمارا تو ان شرائط سے کچھ واسطہ بھی نہیں ہے، لیکن خالد! کیاآپ پاکستان کو دارالحرب سمجھتے ہیں؟ اگر سمجھتے ہیں تو یہ بات تو بہت مشکل ہے۔

خالد: لیکن بھائی! آپ کا کیاخیال ہے؟

اسلم: یار! ہم نے تو سنا ہے کہ پاکستان دارالاسلام ہے۔

خالد: بس ٹھیک ہے ناں! یہاں پر دارالاسلام کی تعریف کر کے معلوم کریں گے کہ پاکستان دارالاسلام ہے یادارالحرب؟ میرے پیارے بھائی! دارالاسلام کی تعریف فقہاء نے یوں کی ہے: " المصر فی ظاهر الرواية أن يكون فيه قاضٍ ومفتٍ يقيم الحدود وينفذ الاحكام"۔

ترجمہ: ظاہر الروایۃ میں مصر اس شہر کو کہاجاتا ہے جس میں قاضی اور مفتی ہو اور وہ اقامتِ حدود اور احکام نافذ کرتا ہو۔

اب آپ کو پتہ ہے کہ یہاں پر الحدود اور الاحکام میں الف ولام عہدی ہے اور معہود اس سے شرعی حدود اور شرعی احکام ہیں۔ اب کیا پاکستان میں اسی طرح ہے؟

اسلم: نہیں، نہ تو اس طرح کوئی قاضی موجود ہے اور نہ شرعی احکامات کا اجراء ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ بعض فقہاء نے تو صرف نفاذ کی قدرت کی شرط لگائی ہے، چنانچہ جب قدرت ہو تو دارالاسلام ہے اور جب نہ ہو تو دارالحرب ہے؟

خالد: لیکن بھائی! بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے متقدمین کے عبارت میں ''اجرائ'' اور'' تجری'' جیسے الفاظ سے قدرت کا معنٰی لیا ہے تو ایک تو یہ معنٰی بظاہر ہر گز متبادر نہیں، اور بالفرض اگر اس سے مراد قدرت ہے تو اس پر بات کرتے ہیں، کہ قدرت سے کونسی قدرت مراد ہے؟

اگر قدرت سے مراد غیر مسلح سیاسی قدرت اور طاقت ہے تو وہ تو تین بار تجربہ کیا گیا، اور دنیا میں محاورہ ہے کہ تیسری مرتبہ ہار کے بعد ہار مانی جاتی ہے، اب تین دفعہ اگر اسلام پسندوں نے اس بل کو پیش کیا ہے اور پاس نہیں ہوا تو اس کا صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ اس سے آگے ان میں طاقت نہیں تھی، تو معلوم ہوا کہ ہم میں نفاذ کی غیر مسلح طاقت نہیں ہے۔ اور اگر قدرت سے مسلح قدرت مراد ہے تو اب تک تو آپ یہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھے کہ ہم صرف ان لوگوں کی طاقت کو تھوڑ سکتے ہیں جنہوں نے ہمارے اوپر وضعی قوانین مسلط کئے ہیں (جیسا کہ خروج کے لئے کہا جاتا ہے کہ ہم میں طاقتِ خروج نہیں ہے) ایک دفعہ ان قوانین کو تھوڑنا ہے پھر اسلامی قوانین کو نافذ کرنا ہے۔ اب جب کوئی اس کا قائل نہیں ہے کہ ہم میں اتنی طاقت ہے کہ ہم ان وضعی قوانین کا خاتمہ کریں، تو یہ کیا مانے گا کہ اسلامی قوانین کے نفاذ کی طاقت موجود ہے اور اس طاقت کی وجہ سے ہم اس کو دار الاسلام کہہ سکتے ہیں۔ اور جن فقہاء نے احکام اسلامی کے جاری ہونے کی تفسیر اجراء کے طاقت سے بیان کی ہے تو کم از کم پھر اس مفہوم میں یہ شرط ہونی چاہئے کہ قوت فی الوقت موجود ہو اور وہ قوت یقینی ہو، اس لئے کہ لفظ اجراء کا تقاضا یہی ہے۔ اور یہ دونوں (قوت کا موجود ہونا اور یقینی ہونا) فی الحال نہیں ہے۔، اس لئے اس تفسیر کے مطابق بھی وطنِ عزیز دار الحرب ہی ہوگا۔

اسلم: لیکن اگر اس سے قوم کی طاقت مراد لی جائے؟

خالد: جی ہاں! میں بھی یہی مراد لیتا ہوں، لیکن ایک تو پوری قوم اسلام پسندوں کی طاقت نہیں ہے، اس لئے کہ قوم پارٹیوں میں تقسیم ہے اور بجائے اس کے کہ ہماری قوت ہو بہت سی قوت ان لوگوں کے ہاں بھی جمع ہے جو ان قوانین کے راستے میں رکاوٹ ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام پسندوں کے مقابلے میں بھاری اکثریت سے پارلیمنٹ میں آتے ہیں۔

اسلم: بالکل! لیکن اگر یہاں پر طاقت سے ان حکمرانوں کی طاقت مراد لی جائے کہ حکمران اور مقتدر طبقہ میں یہ طاقت موجود ہے؟

خالد: یہ طاقت تو پھر امریکہ اور برطانیہ کے مقتدر طبقہ میں بھی موجود ہے، پھر تو ہمیں وہاں بھی دارالاسلام کا حکم لگانا چاہیئے؟

اسلم: لیکن وہ تو کافر ہیں، اوبامہ اور نواز شریف میں تو بہت بڑا فرق ہے۔

خالد: اوہ میرے بھائی! کیا تم ان حکمرانوں کو مسلمان سمجھتے ہو جنہوں نے شریعت بل کو مسترد، نامنظور اور فیل کیا ہے، اور کیا یہ وہ نواز شریف نہیں ہے جس نے سود کی حرمت کے بارے میں شرعی کورٹ کا فیصلہ مسترد کیا تھا اور سپریم کورٹ میں اس کو چیلنج کر کے اس کو کالعدم قرار دیا؟

اسلم: بالکل وہی نواز شریر ہے۔

خالد: بس اب تم سوچو کہ ان حضرات کا کیا حکم ہے؟

اسلم: اب تو بعض علماء کا وہ قول کہ کسی ملک کے سربراہ کا مسلمان ہونا اس کے دارالاسلام ہونے کے لئے کافی ہے' بھی یہاں کچھ کام نہیں دیتا۔

خالد: بالکل! اور ساتھ ساتھ وہ بات بھی یاد رکھو! جو ہم نے پہلے عرض کی کہ جدید ریاستی نظام کے نظریات کی روشنی میں تو حاکم کا کوئی اعتبار ہی نہیں، بلکہ یہاں پر تو سٹیٹ اور ریاست کے نظام کو اعتبار ہوتا ہے اور آئینِ پاکستان کے بارے میں تو ہم نے پہلے تفصیلی گفتگو کی ہے۔

اسلم: بالکل بالکل! وہ میرے ذہن میں موجود ہے، ان تفصیلات میں اب جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن میرے ذہن میں ایک سوال ہے کہ ابنِ عابدین رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے ''جبلِ دروز'' پر حاکم و رعیت دونوں عیسائی ہیں، لیکن وہاں پر اصل ہمارے حکمرانوں کی طاقت ہے، جب بھی وہ چاہیں تو ان پر اسلامی احکامات نافذ کر سکتے ہیں، اس لئے وہ دار الاسلام ہی شمار ہو گا۔

خالد: بالکل علامہ شامی کی بات ٹھیک ہے، وہاں پر عوام اور رعیت دونوں عیسائی ہیں اور نصرانی دین پر ان کے فیصلے ہوتے ہیں، اسلامی احکامات نافذ نہیں ہے، لیکن اس صورت اور اس صورت میں فرق ہے کہ جہاں عوام مسلمان ہوں اور حکمران اسلام کا دعویٰ کرنے والے ہوں اور پھر انہوں نے اس مسلمان رعیت پر بذاتِ خود غیر اسلامی قوانین مسلط کئے ہوں، وہ تم قیاس کرتے ہوا س صورت پر جہاں پر عوام اور حکمران دونوں عیسائی ہوں اور وہاں نصرانی دین پر فیصلے مسلمان حکمران کی طرف سے نہیں بلکہ خود اُن حکمرانوں کی طرف سے ہوں جو عیسائی ہیں، صرف مسلمان حکمران کی وہاں پر طاقت ہے، لیکن وہ اس بارے میں خاموش ہے اور بالفعل انہوں نے اسلامی احکامات نافذ نہیں کئے ہیں۔ کیا یہ قیاس مع الفارق نہیں؟

کسی کے لئے بالقوۃ عملِ صالح اس وقت فائدہ دیتا ہے جب تک بالفعل اس کا ضد اس شخص سے سرزد نہ ہوا ہو، اس لئے کہ وجود بالفعل وجود بالقوۃ سے قوی ہے اور وجود بالفعل کی موجودگی میں

وجود بالقوہ کا کوئی اعتبار نہیں، مثال کے طور پر کوئی مسلمان ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ میں نمازِ ظہر ادا کروں گا۔ اب اگر یہ وقت آنے سے پہلے مر گیا تو اس کو نمازِ ظہر کا ثواب ملے گا، لیکن اگر نمازِ ظہر کا وقت آیا اور حضرت اپنی جگہ پر بیٹھا ہے وقت گزر گیا۔ کیا اب اس کو اس ارادے پر اجر ملے گا؟ قطعاً نہیں! اس لئے کہ اب ترکِ صلوٰۃ (جو اقامتِ صلوۃ کی ضد ہے وہ) بالفعل موجود ہے اور جو ارادہ تھا وہ تو صرف ایک وجود بالقوہ تھا اور ترک کے وجود بالفعل کے سامنے اب اس کی کوئی وقعت نہیں۔

اب دیکھو! جن لوگوں سے بالقوۃ ہم یہ توقع لگائے ہوئے ہیں کہ یہ لوگ اسلامی احکامات نافذ کریں گے، انہوں نے بالفعل خود غیر اسلامی احکامات ہم پر نافذ کئے ہیں اور وہ خود بالفعل اسلامی احکامات کے نفاذ کے راستے میں رکاوٹ ہیں اور وہ رکاوٹ بھی غیر مسلح انداز میں نہیں، بلکہ مسلح رکاوٹ ہیں اور جو لوگ ان غیر اسلامی قوانین کے خلاف اٹھتے ہیں ان کے خلاف لڑتے ہیں، انہیں گرفتار کر کے جیلوں میں ڈالتے ہیں۔ کیا یہ عجب بات نہیں ہے کہ ہم ان کے اس بالفعل عمل کو نظر انداز کر کے ان کے بالقوۃ عمل کہ ممکن ہے کہ یہ اسلامی احکامات نافذ کریں گے اور اس (وجود بالقوۃ) کی وجہ سے یہ ملک دارالاسلام کہلائے اور موجود بالفعل (جو غیر اسلامی قوانین ہیں) اس کی وجہ سے اس کو دارالحرب نہ کہا جائے!!

اسلم: یعنی خلاصہ یہ کہ جبلِ دروز میں تو مسلمان حکمرانوں نے از خود غیر اسلامی قوانین نافذ نہیں کئے تھے، نیز وہاں کی رعیت بھی غیر مسلم تھی، لیکن یہاں پر تو مسلمان موجود ہیں اور ان حکمرانوں نے بالجبر ان پر غیر اسلامی قوانین مسلط کیے ہیں، یقیناً یہ دونوں کے درمیان ایک واضح فرق ہے، چنانچہ ان حالات کو جبلِ دروز کے حالات پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہوگا۔

خالد: بالکل یہی بات ہے اور یہی مقصود ہے۔

اسلم: لیکن یہاں پر ایک دوسرا مسئلہ ہے، وہ یہ کہ یہاں پر تو ہی بعض اسلامی اعمال جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی اجازت حاصل ہے، کیا اس وجہ سے ہم اس حکومت کو اسلامی اور ملک کو دارالاسلام کہہ سکتے ہیں؟

خالد: اس سوال کا جواب میں سوال کی صورت میں دوں گا۔ سوال یہ ہے کہ جہاں پر اسلامی حکومت ہو وہاں عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں اور دیگر غیر مسلموں کو انفرادی عبادت کی اجازت ہوتی ہے یا نہیں؟

اسلم: بالکل ہوتی ہے۔

خالد: اب کیا ان انفرادی اعمال کی وجہ سے ہم اس اسلامی حکومت کو عیسائی، یہودی، یا ہندو حکومت کہہ سکتے ہیں؟

اسلم: نعوذ باللہ! ہر گز نہیں۔

خالد: اسی طرح کسی غیر اسلامی حکومت میں اگرہی یا انفرادی اعمال کی اجازت مل جائے اور وہ بھی ان کے رحم و کرم پر ہو تو ہم اس کو اسلامی حکومت نہیں کہہ سکتے، جبکہ انہوں نے ہمارے نصف دین (قوانین) کو ممنوع، مسترد، فیل اور نامنظور قرار دیے ہیں۔

اسلم: بالکل ٹھیک ہے، لیکن امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک تو کوئی ملک دارالحرب تب بنتا ہے جب اس میں تین شرائط ہوں، اوّل یہ کہ اس میں کفری قوانین کا ظہور ہو، دوم یہ کہ اس کے

اور دارالحرب کے درمیان دارالاسلام نہ ہو، سوم یہ کہ اس میں ذمی اور مسلمان کوامن سابق حاصل نہ ہو۔

خالد: لیکن یہاں پر فتویٰ صاحبیَن (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہااللہ) کے قول پر ہے اور وہ یہ ہے کہ فقط احکامِ کفر کے اجراء سے کوئی ملک دارالحرب بن جاتا ہے۔

اسلم: ٹھیک، ٹھیک! مفتی بہ قول یہی ہے، یعنی اب امام صاحب کے قول پر وطنِ عزیز دارالاسلام ہے اور صاحبین کے قول پر دارالحرب ہے۔

خالد: ہر گز نہیں! پاکستان امام صاحب کے قول کے مطابق بھی دارالحرب ہے۔

اسلم: وہ کیسے؟

خالد: اس طرح کہ میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا پاکستان میں غیر اسلامی احکامات جاری نہیں ہیں؟

اسلم: بالکل ہیں۔

خالد: اور کیا پاکستان کے ساتھ متصل ہندوستان دارالاسلام ہے؟

اسلم: نہیں۔

خالد: اسی طرح افغانستان جہاں پر امریکیوں کی حکومت ہے اور ایران جہاں پر روافض کی حکومت ہے وہ بھی دورالاسلام نہیں۔

اسلم: ٹھیک ہے۔

خالد: اور کیا مجاہدین ومہاجرین کو گرفتار کرکے امریکہ کے حوالہ کرنے اور شہید کرنے کے بعد بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کو یہاں اسلام کی وجہ سے امن حاصل ہے۔ اور امن اول سے مراد اسلام پر امن ہے، یعنی اس کو ایمان اور اسلام کی وجہ سے امن حاصل ہو اور وہ اسلام کے جمیع احکامات پر آزادی سے عمل کر سکتا ہو (کذافی جامع الرموز)۔ پس اگر یہ آزادی کسی دوسرے کے رحم وکرم پر ہو تو پھر یہ آزادی امان اول نہیں جو اسلامی حکومت کے تحت حاصل ہوتی ہے، آج کے سیکولر نظام نے ہی انفرادی طور پر اپنے رحم وکرم سے اسلامی احکامات پر عمل کرنے کی آزادی دی ہے، جبکہ اجتماعی زندگی میں یہ اس نظام کے رحم وکرم پر ہے۔ اگر اس کے اُصول اور ضابطہ کار کے مطابق قانون پاس ہو جائے تو کسی حکم پر عمل کرنے کی آزادی مل سکتی ہے، لیکن اگر مسترد ہو جائے تو پھر یہ آزادی نہیں مل سکتی۔ الغرض یہاں پر اس آزادی کے لئے معیار خود اسلام اور اس کے احکامات کی قطعیت نہیں، بلکہ جمہوریت کا پروسیجر اور اکثریت ہے، اگر وہ پاس کریں تو آزادی ملے گی ورنہ نہیں
۔

اسلم: نہیں، ہرگز مسلمانوں کو اجتماعی آزادی حاصل نہیں ہے۔ اور قریب میں کوئی ایسا دارالاسلام نہیں ہے جس سے یہ توقع کی جائے کہ مسلمانوں پر ظلم ہونے کے وقت وہ مدد کرے گا، اور جس ملک کی وجہ سے وہ دارالحرب بنتا ہو اُس کے اور اس ملک کے درمیان کوئی ایسا دارالاسلام نہ ہو جو اس ملک کو دارالحرب بنانے سے بچائے اور آج جو کہ پوری دنیا پر اقوامِ متحدہ کا راج ہے اور وطنِ عزیز بھی اقوامِ متحدہ کے ممبر ممالک میں شامل ہے اور درمیان میں کوئی ایسا ملک نہیں ہے جو اقوامِ متحدہ اور اس کے درمیان حائل ہو کر اس کے تسلط سے بچائے اور خود اقوامِ متحدہ کا منشور اور انسانی

حقوق کا چارٹر غیر اسلامی قوانین کا مجموعہ ہے، تو اقوامِ متحدہ میں شامل ہونے کی وجہ سے کوئی ملک درمیان میں ایسا نہیں ہے کہ اس کو دار الحرب ہونے سے بچائے۔

خالد: جب یہ امن نہیں ہے، تو ہم برملا کہہ سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پاکستان دار الحرب ہے۔

اسلم: یعنی اب ہمارے احناف سب کے نزدیک وطنِ عزیز دار الحرب بن چکا ہے، اس لئے کہ دار الحرب بننے کے لئے تینوں شرائط پورے ہیں۔

خالد: جی ہاں! لیکن، اگر تینوں شرائط پورے نہ بھی ہوں پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک پاکستان دار الحرب ہے۔

اسلم: سبحان اللہ! وہ کیسے؟

خالد: اس طرح کہ امام صاحب کے جو شرائط ہیں وہ مطلق دار الحرب کے لئے نہیں ہے، بلکہ کسی دار الاسلام سے دار الحرب بننے کیلئے یہ شرائط ہیں، آپ نہیں دیکھتے جن فتاویٰ نے بھی امام صاحبؒ کا یہ مبارک قول نقل کیا ہے وہاں پر ہے "لا تصير دار الاسلام دار حرب الا بشروط ثلاثة إلخ" (دار الاسلام دار الحرب نہیں بنتا مگر تین شرائط سے احکامِ کفر (غیر اسلامی احکام) کے اجراء سے، دار الحرب کے اتصال سے اور جب مسلم اور ذمی اپنے امن اول پر باقی نہ رہے) یعنی تین شرائط جو امام صاحب سے منقول ہیں وہ شرائطِ کینونت نہیں ہیں بلکہ شرائطِ صیرورت ہیں۔

اسلم: تو اب کیسے پاکستان دار الحرب ہے؟

خالد: اس طرح کہ ہم پاکستان کی اصلیت معلوم کرتے ہیں کہ پاکستان اصل میں کیا تھا۔

اسلم: پاکستان اصل میں مغربی ہندوستان تھا۔

خالد: اور کیا ہندوستان کے بارے میں شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا فتویٰ نہیں تھا کہ یہ دارالحرب ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھئے فتاوی عزیزیہ)

اسلم: یہ بھی تھا اور اس کے بعد مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند محمود حسن دیوبندی اور مولانا حسین احمد مدنی رحمہم اللہ نے بھی اس کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ لگایا تھا۔

خالد: اب پاکستان جو کہ ہندوستان کا جزو ہے اس کا حکم بھی ہندوستان کا ہوگا، اس لئے کہ للجزء حکم الکل تو پاکستان بھی دارالحرب تھا۔

اسلم: لیکن جزو کے جدا ہونے کے بعد بھی؟

خالد: اب یہاں ہم وہ شرط کے ذکر کرتے ہیں جس پر کوئی ملک دارالحرب سے دارالاسلام بنتا ہے وہ فقط جُدا ہونا نہیں، بلکہ اس میں اسلامی احکامات کا اجراء لازم ہے، یہ شرط مبسوط سرخسی میں مذکور ہے۔اور ایک جگہ وہ خیبر کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: انهم فتحوا ولم تجر احكام الاسلام فيها بعد، وبمجرد الفتح قبل اجراء احكام الاسلام لا تصير دار اسلام۔ (ج۱۰ص۳۹) اس سے اس بات کا بطلان بھی ثابت ہوتا ہے کہ صرف قوت دارالحرب کو دارالاسلام بنانے کے لئے کافی نہیں ہے ورنہ فتح قوت کی اظہر دلیل ہے اور اس وقت تک وہ دارالحرب ہے جب تک اس میں اسلامی احکامات جاری نہ ہوں۔

اس ل م : اور بالکل پاکستان بننے کے بعد تو اسلامی احکامات نہیں بلکہ تعزیراتِ ہند و پاکستان نافذ ہوئے جو کہ غیر اسلامی قوانین ہیں۔

خالد: اب یہاں پر مجلہ الاحکام کے اس قاعدے کے مطابق الاصل بقاء ماکان علی ماکان اور القدیم یترک علی قدمہ (اصل کسی چیز کو اپنی اصلی حالت پر چھوڑنا اور قدیم کو اپنی پہلی حالت پر چھوڑنا) وطنِ عزیز دارالحرب ہی ٹھہرا۔

اسلم: لیکن اگر یہ کہا جائے کہ یہاں پر بھی قوتِ نفاذ مراد ہے؟

خالد: وہاں پر تو صاف الفاظ اجراء کے آئے ہیں اول تو یہ معنی لینا بالکل غیر متبادر ہے اور دوسرا یہ کہ قوت تو تین دفعہ آزمایا گیا، پاکستان بننے کے ستاسٹھ (٦٧) سال تقریباً ہوئے اور یہ اتنی مدت ہے جس میں بچے جوان اور پھر بوڑھے ہو جاتے ہیں اور اگر سوچا جائے تو یہ ایک شرعی عمر بھی ہے، یعنی پاکستان نے اپنی شرعی عمر پوری کی ہے اور اتنی مدت میں بھی سیاسی قوت اسلامی قوانین کے تنفیذ میں کامیاب نہیں ہوئی۔

اسی طرح قاعدہ الیقین لا یزول بالشک کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پورے ہندوستان یا ہندوستان کے ایک جزو (جس کے بارے میں یقینی طور پر دارالحرب کے فتاویٰ دیئے گئے تھے) کو صرف اس بناء پر دارالاسلام بنانا کہ قوتِ نفاذ موجود ہے یا وہ پایہ موجود ہوئی یہ ایک غیر یقینی بات ہے جو کسی طور پر یقینی دارالحرب کو دارالاسلام میں تبدیل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ لہٰذا! اب اس کو اسی حکم پر رکھنا چاہئے کہ یہ وہی دارالحرب ہے۔

اسلم: تو اب ہماری ذمہ داری کیا ہے؟

خالد: اب ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے اس گھر کو غیر اسلامی قوانین اور جمہوری نظام سے پاک کریں، دارالحرب سے اس کو دارالاسلام میں تبدیل کریں، اوران لوگوں کے خلاف اب مسلح جہاد کرنا ہے جو اسلامی قوانین کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔

اسلم : جزاک اللہ خیراَ! یقیناتم نے میری اصلاح کی اور میرے شبہات کا ازالہ کیا، اب میں اپنی پوری طاقت اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے صَرف کروں گا، میں آج سے اس غیر اسلامی سسٹم سے براءت کا اعلان کرتاہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتاہوں کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے قوانین سے رُوگردانی کی ہے اور جو غیر اسلامی قوانین کے علمبردار ہیں ان کے خلاف میں جان ومال کی قربانی دوں گا اور آج کے بعد ''شریعت یاشہادت'' میرا نعرہ ہوگا۔

{ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْراً وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ}

آمِيْنْ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔